

یہودی ریاست اور اس کی تباہ کاریاں

شیخ عبدالمعید مدنی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
قُلْ أَطِيعُوا اللّٰهَ
وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی اربنہ
معدت البریری

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب و سنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق و اجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے
کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی
کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے
درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

✉ KitaboSunnat@gmail.com

🌐 www.KitaboSunnat.com

☆ فلسطین کا اصل مسئلہ

فلسطین کا مسئلہ خالص دینی اور ملی مسئلہ ہے۔ سلطان عبدالحمید ثانی (م ۱۳۳۶) کے دور تک فلسطین کا مسئلہ خالص دینی مسئلہ تھا۔ اس مسئلے کے متعلق ان کا دینی شعور نہایت ہی بیدار تھا۔ انہوں نے اپنی سیاسی ڈائری (مذکراتی السیاسیہ) میں ۱۸۹۵ء میں المشکلۃ الیہودیۃ کے عنوان سے ایک نوٹ لکھا ہے جو نہایت ہی بصیرت افروز ہے۔

للیہود قوۃ فی أوروبا أكثر قوتهم فی الشرق لهذا فان أكثر الدول الأوربية تجد هجرة اليهود الی فلسطین لتخلص من العرق السامی الذی زاد کثیرا، ولكن لدينا عدد کاف من الیہود فاذا نرید أن یبقی العنصر العربی متفوقا علينا أن نصرف النظر عن فكرة توطین المهاجرین فی فلسطین والا فان الیہود اذا استوطنوا أرضا تملکوا کافة قدراتها خلال وقت قصیر وبذا تكون قد حکمنا علی اخواننا فی الدین بالموت المحتم.

لن يستطيع رئیس الصهانية (هرتزل) أن یقنعنی بأفکاره وقد یكون قوله (ستحل المشکلة الیہودیة یوم یقوی فیہ الیہودی علی قیادة محرثه بیده) صحیحا فی رأیه. انه یسعی لتأمین أرض لأخوانه الیہود لكنه ینسى أن الذکاء لیس کافیا لحل جمیع المشاکل. لن یکتفی الصهانية بممارسة الأعمال الزراعیة فی فلسطین بل یریدون أمورا أخرى مثل تشکیل حکومت و انتخاب ممثلین. اننی ادرك أطماعهم جیدا لكن الیہود سطحیون فی ظنهم أننی ساقبل محاولاتهم وکما أننی أقدر فی رعایانا من الیہود خدماتهم لدى الباب العالی فانی اعادی أمانیهم واطماعهم فی فلسطین. (مذکراتی السیاسیة: ۳۵)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

مشرق سے زیادہ یورپ میں یہود کی توانائی ہے اس لئے اکثر یورپی ممالک یہودی فلسطین ہجرت کو پسند کرتے ہیں تاکہ وہ سامی نسل سے نجات پا جائیں جو بہت زیادہ بڑھ گئی ہے۔ لیکن ہمارے ہاں یہود کی کافی تعداد ہے اگر ہم چاہتے ہیں کہ عربی عنصر غالب رہے تو ہمارے لئے یہ ضروری ہے کہ فلسطین میں مہاجرین کے ہوم لینڈ بنانے کی رائے سے صرف نظر کریں ورنہ یہود جب کسی سر زمین کو وطن بنا لیتے ہیں تو بہت کم وقت میں اس کے سارے وسائل کے مالک بن بیٹھتے ہیں اگر اس طرح ہوا تو ہم اپنے دینی بھائیوں کے حتمی موت کا فیصلہ کر بیٹھیں گے۔

صہیونیوں کے سربراہ ہرٹزل اپنے افکار سے مجھے قائل نہیں کر سکتے ان کی اس طرح کی بات ہوتی ہے (جس دن یہودی اپنے ہاتھ سے ہل چلانے پر قادر ہوگا یہودی مسئلہ حل ہو جائے گا) اس کی یہ بات صحیح ہو سکتی ہے۔ اس کی تو کوشش ہی یہی ہے کہ اس کے برادران یہود کو زمین مل جائے مگر وہ یہ بھول جاتا ہے کہ تمام مشکلات کے حل کے لئے ذہانت ہی کافی نہیں ہے۔ کبھی یہ نہیں ہو سکتا ہے کہ صہاینہ فلسطین میں زراعتی اعمال کی بجائے آوری پر اکتفا کریں ان کے مقاصد کچھ اور ہیں جیسے حکومت کا قیام اور نمائندوں کا انتخاب۔ ان کے اطماع کا مجھے اچھی طرح پتہ ہے مگر یہ اپنے خیال میں سچی ہیں کہ میں ان کے عزائم کو مان لوں گا یہ اپنی جگہ صحیح ہے کہ ہم اپنی یہود رعایا کی باب عالی کے لئے خدمات کی قدر کرتے ہیں اسی طرح میں فلسطین میں ان کے اطماع اور تمناؤں کی مخالفت کرتا ہوں۔

فلسطین کا اصل مسئلہ یہ تھا جس کا صحیح شعور ایک مظلوم اور مفتری علیہ زبردست فرماں روا سلطان عبدالحمید ثانی کو تھا اس نے اپنے حین حیات صہاینہ کو اپنے ناپاک ارادوں میں کامیاب ہونے نہیں دیا اگر یہی شعور مسلم حکمرانوں سیاست دانوں علماء اور عوام میں موجود ہوتا تو فلسطین کے مسلم باشندے کسمپرسی یتیمی بے بسی اور بے گھری کا شکار نہ ہوتے اور مطرد و ملعون یہودی فلسطین میں یہودی ریاست نہ قائم کر پاتے۔

☆ یہودی وطن کا خواب

یہود تین ہزار سالوں سے در بدری کے شکار رہے ہیں حضرت سلیمان علیہ السلام کی

وفات کے بعد یروشلم کی حکومت ۹۳۵ ق م میں دو حصوں میں تقسیم ہوگئی اور دونوں جلد ہی تباہ ہو گئیں۔ پہلے علاقے کے آشوریوں نے ایک حصے کو تباہ کیا پھر عراق کے بابلی حکمراں بخت نصر نے دوسری قدس کی یہودی حکومت کی اینٹ سے اینٹ بجادی اور یہودیوں کو جلاوطن کر دیا۔ ساہا سال کے بعد کورنئیس فارسی حکمراں کے ذریعہ فلسطین میں ان کی واپسی ہوئی پھر ان کو یونانی اور بعد میں رومی سلطنت نے تاراج کر دیا اس وقت سے یہ تاراج تھے اور جہاں گئے کھڈے گئے۔ انھیں صرف مسلم حکومتوں میں سکون چین اور عزت ملی۔ اتنی طویل دربدی ان کے مفکرین کے لیے سوہان روح تھی۔ آخر صدیوں بعد ان کے دل میں یہ بات آئی کہ ان کا اپنا ہوم لینڈ ہونا چاہیے۔ اس کے لئے انہوں نے صہیون کے نام سے تحریک شروع کی۔ صہیون قدس میں ایک پہاڑ کا نام ہے قدس کے چار پہاڑوں میں سے صہیون ایک پہاڑ تھا جس پر پہلی یہودی سلطنت قائم ہوئی تھی۔ یہ دراصل علامت ہے یہودی حکومت اور ہیکل سلیمانی کی بناء نوکی۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنی حکومت حبرون سے منتقل کی اور بیت المقدس میں ایک ہزار سال قبل مسیح اپنا محل بنایا۔ صہیون کا ذکر حضرت داؤد علیہ السلام کی قدس میں تاسیس حکومت کے ضمن میں آیا ہے۔

فلسطین کو یہودی حکومت اور قدس (یروشلم) کو دار الحکومت بنانے اور ہیکل سلیمانی کی تعمیر نو کا خواب صہیونی تحریک کے پرچم تلے یہود ڈھائی ہزار سالوں سے دیکھتے رہے۔ ۵۸۶-۵۳۸ قبل مسیح جب یہودی بابلی قید سے نجات پائے تو صہیون کی طرف واپس ہوئی اور ہیکل سلیمانی کی تعمیر نو کا ارادہ کیا۔ اس کو مکابیوں کی تحریک کے نام سے جانا جاتا ہے۔ چھ سو سال بعد پھر ۱۱۸-۱۳۸ میں مارکوجنا کی اسی طرح کی تحریک اٹھی اور ناکام رہی۔ اسی طرح کی ایک ناکام تحریک موزس کریتی نے اٹھائی۔ اس کے بعد ڈیڑھ ہزار سالوں تک یہ دھکے کھاتے رہے انتشار بکھراؤ اور نشست کا شکار رہے۔

۱۵۰۱-۱۵۳۲ میں ڈیوڈ رابن کی تحریک اٹھی۔ اس نے یہودیوں کے لئے فلسطین میں اسرائیلی حکومت کی ضرورت کا احساس دلایا اب تک یہ ایک خواب تھا اور یہودی قومی

جذبے کے زندہ اور مضبوط رہنے کا اظہار تھا اور ایک دعوت تھی۔

سترہویں صدی سے انہوں نے باقاعدہ فلسطین میں یہودی حکومت کی تاسیس کی پلاننگ شروع کر دی۔ ۱۶۰۴ سے لے کر ۱۸۹۷ تک یورپ میں بے شمار تحریکیں اٹھیں جنہوں نے فلسطین میں زمین خریدنے اور وہاں یہودی بستیاں بسانے کا منصوبہ بنایا۔ کچھ تحریکوں نے استعماری روش اپنا کر فلسطین پر قبضہ کر کے اسرائیلی حکومت قائم کرنے کی بات کی۔ اس وقفے میں دس بڑی صہیونی تحریکیں اٹھیں۔ ۱۸۸۲ میں روس میں یہودیوں کی زبردست نسل کشی ہوئی اس کے رد عمل میں کئی یہودی تحریکیں اٹھیں اور انجمنیں بنیں اور سبھوں نے یہودیوں کے فلسطین لوٹنے اور اسرائیلی حکومت قائم کرنے کی بات کی اور شام و فلسطین میں موجود یہودیوں کی امداد کے لیے اجتماعی کوششیں ہوئیں اور اس کے لئے انجمنیں بنیں اور عبرانی زبان کے احیاء کے لیے عملی منصوبے بنے۔

موجودہ صہیونی تحریک ٹیوڈر ہرٹزل کی اٹھائی ہوئی ہے یہ ایک مشہور یہودی صحافی گذرا ہے یہ ہنگری کے شہر بوڈاپسٹ میں ۱۸۶۰ میں پیدا ہوا۔ ویانا یونیورسٹی سے اس نے وکالت کی ڈگری لی۔ اس کی زندگی کا مقصد وحید تھا کہ سارے عالم پر یہودیوں کی حکومت قائم ہو اور اس کی ابتدا اس طرح ہو کہ فلسطین میں یہودی حکومت قائم ہو جائے۔ اس نے ایک یہودی فوجی کی طرف سے دفاع کیا جس پر فرانس میں غداری اور جاسوسی کا الزام تھا اسے رہائی مل گئی۔ اس واقعے کو لے کر اس نے خوب پروپیگنڈہ کیا اور یہودی ایسے کو اجاگر کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ پھر اس نے یہودی اسٹیٹ کے متعلق اپنی مشہور کتاب لکھی اس طرح اس نے اپنے حامیوں کا ایک بڑا گروپ اپنے ارد گرد جمع کر لیا۔ اور چند سالوں کے اندر سارا عالم یہود اس کے گرد جمع ہو گیا۔ اس صورت حال سے اس نے زبردست فائدہ اٹھایا اس نے سوئٹزر لینڈ میں ۲۹-۳۱-۸-۱۸۹۷ میں تین روزہ عالمی صہیونی کانفرنس کا انعقاد کیا۔ اس کانفرنس کے متعلق اس نے کہا اگر اس کانفرنس کا حاصل بیان کرنے کے لئے مجھ سے کہا جائے تو میں علی الاعلان یہی کہوں گا کہ میں نے یہودی ریاست قائم کر دی۔ اس

کانفرنس میں فلسطین میں یہودی ریاست کے قیام کی قرارداد پاس ہوئی۔ اور سارے عالم پر حکومت کرنے کے لیے دانشوران صہیون کی تجاویز کو بھی آخری شکل دی گئی جس کو Zionist Protocols کی حیثیت سے کافی شہرت حاصل ہوئی اور ان کی بناء پر انھیں رسوائیوں کا سامنا بھی کرنا پڑا اور وہی جرمنی اور یورپ میں ان کی نسل کشی اور امریکہ میں رسوائی کا سبب بنیں۔ یہ تجاویز یا فیصلے یا متفقہ آراء انسانیت کے خلاف ایک سازش ہیں۔

☆ فلسطین میں یہودی ریاست کے قیام کے تنفيذی

مراحل

اس عالمی صہیون کانفرنس میں یہودی ریاست کے قیام کے لئے قرارداد پاس ہوئی۔ ہر تزل نے اس کانفرنس کا مقصد بتلایا تھا ہم یہاں اکٹھا ہوئے ہیں تاکہ اس گھر کی بنیاد رکھ دیں جو یہودی قوم کے لئے پناہ گاہ بنے۔ اس نے صہیونیت کا مقصد بیان کیا کہ فلسطین کو یہودی قوم کا وطن بنایا جائے جس کی ضمانت عام قانون دے گا اس مقصد کے لئے چار وسائل طے کئے گئے۔

- ۱۔ یہودیوں کو فلسطین میں ہجرت کر جانے پر آمادہ کیا جائے۔
- ۲۔ مناسب طریقوں سے سارے عالم کے یہودیوں کو منظم اور مربوط کیا جائے۔
- ۳۔ یہودی قومی شعور اور وجدان کو پختہ کیا جائے اور اس کی پرورش ہوتی رہے۔
- ۴۔ حکومتی تعاون کے ذریعہ صہیونی اہداف کے حصول کے لئے ٹھوس اقدام کئے جائیں۔ ان مقاصد کی روشنی میں فلسطین میں یہودی ریاست کے قیام کے لئے دو جہتوں سے کام شروع ہوا۔

(الف) فلسطین کے لیے یہودی مہاجرت کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ اس کام کے لیے پہلے سے ہی عالمی طور پر فنڈ موجود تھا۔ خاص اس مقصد کے لیے یہودی نیشنل بینک کا قیام عمل میں آیا اور اس کے ساتھ بے شمار یہودی انجمنیں صہیونیت کی روح کو ابھارنے اور زندہ رکھنے کے لیے قائم ہوئیں۔ اس طرح ہجرت کا پروگرام شروع ہو گیا اور ہزاروں سے شروع

ہو کر مہاجرت لاکھوں تک پہنچ گئی اور ۱۹۴۸ء فلسطین میں یہودی مہاجرین کی تعداد فلسطین کی آبادی میں ۳۷ فیصد تک پہنچ گئی ہے۔ (یروشلم) میں ۱۷۰۰ یعنی بارہویں صدی مسیحی میں ایک یہودی نہ تھا۔ سترہویں صدی ۱۷۵۰ء میں ۱۵۰۰ یہودی آباد پائے گئے انیسویں صدی ۱۸۹۷ء میں ۴۲۰۰۰ یہودی آباد ہو گئے اور اب ۳۶ سالوں بعد ان کے مستوطنات کتنے بڑھ گئے اس کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے اب تو مدینہ القدس کو دار الحکومت بھی بنا لیا گیا ہے۔

فلسطین میں جب یہودی آبادی تھی ہی نہیں، تو ان کی زمین کا کیا سوال تھا لیکن آہستہ آہستہ مہاجرت کے ساتھ امتلاک آراضی کا کام ہوتا گیا۔ اس کی خاطر سارے جائز ناجائز حربے استعمال کئے گئے اور ہر قدم پر دھوکہ اور فریب کا استعمال کیا گیا۔ مہنگی قیمتوں کا لالچ دیا گیا۔ علاقے کی ترقی اور عوام کی خوشحالی کا جھانسا دیا گیا۔ عرب زمینداروں پر مختلف ڈھنگ سے ڈورے ڈالے گئے شراب اور حسن کا بھی استعمال کیا گیا۔ ترغیب و ترہیب تحریض و تحاریر کے سارے حربے استعمال کیے گئے۔ ۱۹۰۹ء میں سلطان عبدالحمید ثانی کے سقوط کے بعد جمعیت الاتحاد و الترقی یا ننگ قومیت پرست ترکوں نے فلسطین کو ایک سے طرح یہودیوں کے ہاتھ بیچ دیا۔ پھر ۱۹۱۷ء میں فلسطین میں برطانیہ کے قائم کردہ یہودی انتداب اور الوکالۃ الیہودیۃ کے ذریعہ فلسطین کو تہ و بالا کر دیا گیا۔ آہستہ آہستہ فلسطین میں ان کی اراضی کا رقبہ بڑھتا گیا۔ عربوں کی زمین انہوں نے کیسے ہتھیالیا اور کن عرب زمین داروں نے ان سے کس طرح دھوکے کھا کر اپنی زمینیں بیچیں ساری تفصیلات ریکارڈ میں ہیں۔ ان کی تمام خریداری کے باوجود ۱۹۴۶ء تک یعنی یہودی ریاست کے قیام کے اعلان سے دو سال پہلے تک یہودیوں کے ہاتھ جو زمین لگیں وہ فقط فلسطین کی سات فیصد تھیں۔ مگر ۱۹۶۷ء کی جنگ میں اسرائیل نے فلسطین کی ساری اراضی لے لی اور اس سے دو چند قبضہ کر لیا۔

(ب) ہٹلر کی سرکردگی میں ارض فلسطین کے حصول کے لیے جو دوسری لائن اختیار کی گئی وہ یہ تھی کہ کسی حکومت کا سہارا لیا جائے اور صیہونی اہداف کو حاصل کیا جائے اس سلسلے

میں ان کی پہلی کوشش کسی حکومتی تعاون کے حصول کے ذریعہ یہودی ریاست کے قیام کے جواز کے لیے یہ تھی کہ عثمانی خلافت سے گفتگو کی جائے اور اس سے فلسطین میں یہودی ریاست کے قیام کے لیے سودا کیا جائے چنانچہ صہیونیوں نے پانچ بار سلطان عبدالحمید ثانی کے پاس اپنے نمائندے بھیجے اور پرکشش بھاری مالی تعاون کی پیشکش کی۔ خود ہرنزل نے بھی سلطان سے ملاقات کی اس ملاقات میں جزیرہ سلانیک کے یہودی سربراہ قرقصوہ نے خاص کر ڈپلومیٹک پارٹ ادا کیا۔ لیکن ہر بار سلطان نے سختی سے ان کی پیشکش کو رد کر دیا۔ اور آخری بار اسے اپنے دربار سے نکلوا دیا۔ وزیر اعظم تحسین پاشا کی موجودگی میں صہیونیوں کی پیشکش اس طرح تھی۔

☆ عثمانی حکومت پر 133 ملین لیرہ انگریزی ذہبی کا قرض لدا ہوا تھا صہیونی اسے ادا کرنے کو تیار تھے۔

☆ عثمانی حکومت کے تحفظ کے لیے ایک بحری بیڑے کی تیاری جس کی لاگت ۱۲۰ ملین فرینک تھی۔

☆ ۳۳ ملین لیرہ ذہبی غیر سودی قرض تاکہ حکومت کی مالی پوزیشن درست ہو جائے اور اس کی آمدنی میں اضافے کی صورت پیدا ہو۔

☆ اور بادشاہ کے لئے بہت سے قیمتی تحائف

اس کے بدلے میں صہیونی چاہتے تھے کہ سال میں ایک دن یہودی فلسطین کی زیارت کر سکیں اور قدس شریف کے پاس اپنی ایک بستی بسا سکیں۔ لیکن اس خلیفہ نے جس کے خلاف جھوٹ کے جال بن دیئے گئے تھے اور جس کو مالی تعاون کی سخت ضرورت تھی ان کی پیشکش کو رد کر دیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حقارت سے صہیونی وفد کے سربراہ کے منہ پر تھوک دیا اور فرمایا فلسطین کو میرے آباء و اجداد نے اپنے خون سے سینچا ہے اگر زمین کا سارا سونا لا کر دے دو تب بھی میں فلسطین میں تمہیں ایک بالشت زمین نہیں دے سکتا۔

جب صہیونی باب عالی آستانہ سے مایوس ہو گئے تو وہ برطانیہ کی حمایت اور معاونت

کے طالب ہوئے اور اس کے تعاون سے انہوں نے سلطان عظیم کے خلاف سازش رچی۔ عثمانی سلطنت کے خلاف پہلے ہی یہود و نمرہ حرکت میں آئے جنہوں نے مسلمانوں کو زک پہنچانے کے لیے بظاہر اسلام قبول کر لیا تھا۔ جرمنی فرانس برطانیہ اور روس کی پشت پناہی میں انہوں نے نینگ ترکوں کے اندر قومیت پرستی کا زہر بھردیا تھا۔ عثمانی سلطنت میں ان گندم نما جو فروش مسلمان یہودیوں نے جمعیتہ الاتحاد والترقی بنائی۔ اس سازش کا شکار ہو کر عثمانی مغرب نواز جوانوں نے عثمانی سلطنت کو تاراج کر دیا۔ مدحت پاشا انور پاشا اور جمال پاشا وغیرہ نوجوانوں اور مغرب نوازوں نے یہودیوں کی سازش میں پڑ کر سلطان عبدالحمید ثانی کو برطرف کر دیا۔ ان کے بعد دو تین مجبور اور بے اختیار سلاطین چنے گئے اور آخر کار یہودی نژاد مصطفیٰ کمال نے خلافت کو تاراج کر دیا۔ اور فلسطین کا سودا ہو گیا۔

سلطان عبدالحمید ثانی کے برطرف کیے جانے کے بعد نینگ ترکوں نے صہیونی قیادت کے ہاتھوں دو ملین لیر امین فلسطین کو بیچ دیا جبکہ سلطان عبدالحمید نے سیکڑوں ملین لیرا کی پیشکش ٹھکرا دی تھی اور ترک قوم پرستوں نے فلسطین کے مسئلے کو ایک عربی اور قومی و علاقائی نظر سے دیکھا اور جو مطالبہ یہود کا سلطان سے تھا وہ بہت معمولی قیمت پر پورا ہو گیا۔ صدیوں بعد یہودیوں نے ترکی سلطنت کے زیر نگین فلسطین میں قانونی طور پر مہاجریت کی اور فلسطین میں انھیں نوآبادیات بسانے کی اجازت مل گئی۔ یہودی اسی دن کا انتظار کر رہے تھے۔ انھیں وہاں جانے کی کھلی چھوٹ مل گئی۔ فلسطین پر ما قبل اسلام عرب اور مسلمانوں نے دو ہزار سال حکومت کی۔ پانچ ہزار سالہ فلسطین کی تاریخ میں فلسطین پر یہود صرف ۱۴۰ سال تک دو وقفے میں دعویٰ دار رہے اور اسے ارض یہود مان لیا پہلی بار ۱۰۰۰ قبل مسیح سے ۹۲۷ قبل مسیح تک یعنی ۳۷ سال دوسری بار ۱۴۲ قبل مسیح سے ۷۵ قبل مسیح تک یعنی کل ۶۷ سال لیکن عالمی سازش اور عرب اور ترک قومیت کی جاہلی عصبیت نے فلسطین کا سودا کر لیا۔

سلطان عبدالحمید ثانی فلسطین میں یہودی ریاست کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ تھے ان کے ہٹائے جانے کے بعد عالمی صہیونی تحریک نے یہودی ریاست کے قیام کے

لیے اپنی عسکری مالی تنظیمی رفاہی اور سیاسی سرگرمیاں تیز کر دیں۔

☆ استعماریوں کا سہارا اور ان کی سازشیں

یہودی ریاست کے قیام کے لیے ۱۸۹۷ میں حکومتی سہارا تلاش کرنے کا فیصلہ ہوا تھا۔ سب سے پہلے عثمانی سلطنت کا سہارا لینے کی راز چوہو صرف ہوئیں لیکن سب ناکام ثابت ہوئیں۔ اس کے بعد جرمنی اور برطانیہ کا سہارا لینے کا فیصلہ ہوا۔ جرمنی سے بروقت امید بر نہ آئی۔ اس لیے برطانیہ کی طرف رخ ہوا برطانیہ نے ان کے اوپر دست شفقت رکھا۔ یہودیوں نے جنگ عظیم اول اور ثانی میں خصوصی طور پر برطانیہ کی مالی اور عسکری مدد کی اور اپنے حق میں ماحول بنانے اور فلسطین میں یہودی ریاست قائم کرنے کے لیے ساری مطلوب تدابیر اختیار کیں، ساری عسکری سیاسی انتظامی اقتصادی علمی و سائنسی تیاریاں کر لیں اور اپنی ان تیاریوں سے ترکی، برطانیہ، جرمن جن سے مقصد کے حصول میں مدد ملنے کی توقع تھی کو مستفید کیا۔ اس کے نتیجے میں ہر طرف سے انھیں یہودی ریاست کے قیام کی راہ میں حمایت ملی۔

اب نقشہ کچھ اور تھا سلطان عبدالحمید کے عہد میں غیر قانونی طور پر پر چپکے سے یہود فلسطین میں جاتے تھے۔ ان کے بعد بنگ ترک اور جمعیتہ الاتحاد و الترقی کے دور اقتدار میں فلسطین میں یہود کو کھلی چھوٹ مل گئی۔ اب مہاجرت کے ساتھ عسکری اور سیاسی اور مستعمراتی امور بھی انجام پانے لگے۔ فلسطین میں یہود نے قدم رکھا تو زمینیں خریدی جانے لگیں بستیاں بسنے لگیں اور ان کی حفاظت کے نام پر عسکری عمل بھی شروع ہو گیا۔ اسلحے رکھنے، عسکری تربیت لینے کا کام بھی انجام پانے لگا۔

جنگ عظیم اول میں عثمانی سلطنت کے خلاف عرب قومیت پرست اٹھ کھڑے ہوئے برطانوی فوجی سربراہ لارنس عربی ہندوستان میں کلاہو سے زیادہ لومڑی صفت تھا اس نے عربوں میں گھل مل کر عثمانی سلطنت کے خلاف خوب بھڑکایا اس جنگ میں شام اور عراق کو عثمانی سلطنت سے برطانیہ اور فرانس نے چھین لیا شام کے چار ٹکڑے ہو گئے سیریا اور لبنان

پرفرانس قابض ہو گیا فلسطین اردن اور عراق برطانیہ کے ہاتھ آئے۔ عرب قومیت کے انقلابیوں نے کافر استعمار یوں کا ساتھ دیا۔ ترک قوم پرستوں نے عربوں کو بہت تنگ کیا تھا ترکی سلطنت کے شام کے گورنر جمال پاشا کی اس سلسلے میں کافی بدنام شہرت تھی۔ برطانیہ نے شریف حسین کو یہ امید دل رکھی تھی کہ جب ترکی سلطنت کے عربی خطے آزاد ہوں گے تو وہاں عربی خلافت کا قیام عمل میں آئے گا۔ وعدوں کے سہارے سارے عرب قوم پرست اور (لارنس العربی) کے پیروکار مگن تھے کہ ان کی خلافت قائم ہونے والی ہے۔ جنگ ختم ہونے کے بعد سارے وعدے دھرے رہ گئے جنگ کے خاتمے پر برطانوی جنرل النبی صلاح الدین ایوبی رحمہ اللہ کی کو قبر پر حاضر ہوا تھا اور کہا تھا صلاح الدین ہم پھر آگئے۔

دوسری طرف یہودیوں کے لیے وعدے ہی نہیں ہو رہے تھے ان کے لیے معاہدے ہو رہے تھے مارچ ۱۹۱۶ء میں برطانیہ فرانس اور روس کے درمیان ایک سری معاہدہ ہوا اور مئی ۱۸۱۶ء میں برطانیہ اور فرانس کے درمیان جس کو سائیکس بیکو معاہدہ کے نام سے جانا گیا اس میں یہ طے پایا کہ فلسطین کو بین الاقوامی نگرانی میں رکھا جائے جس کے تحت یہود کو فلسطین میں عربوں کے برابر سیاسی دینی اور شہری حقوق ملیں۔ عرب قومیت پرست انقلابیوں کے سربراہ شریف حسین جن کو برطانیہ عظمیٰ کی عظمت پر پورا بھروسہ تھا ان کو ان سہ رخی دورخی معاہدوں کے متعلق اس وقت پتہ چلا جب روس میں بالشویک انقلاب آیا اور انقلابی حکومت نے ان معاہدوں کے متعلق اعلان کیا۔ دفروری ۱۹۱۷ء میں برطانیہ نے فلسطین کو براہ راست اپنی پاسداری اور ماتحتی میں لے لیا جس کو فلسطینی انقلاب کے نام سے جانا جاتا ہے اس نے فلسطین پر بین الاقوامی نگرانی اور حکمرانی کے پرانے معاہدوں کو نظر انداز کر دیا۔

☆ فلسطینی انتداب اور وعدہ بلفور

برطانیہ نے ۲ فروری ۱۹۱۷ء میں فلسطین کو براہ راست اپنے کنٹرول میں لے لیا اور اس پر بین الاقوامی حکمرانی کے پرانے معاہدے کو نظر انداز کر دیا۔ برطانوی وزیر اعظم

دائز مین کے وزیر خارجہ آرتھر بلفور نے اس کے بعد یہ اعلان کیا۔ (برطانوی حکومت قوم یہود کے لیے قومی وطن کی تائیس کو ہمدردی کی نگاہ سے دیکھتی ہے ہم پوری کوشش کریں گے کہ اس مقصد کے حصول میں آسانی ہو اس کے باوجود واضح رہے کہ ہم ایسا کوئی کام نہیں کرنا چاہتے ہیں جس سے اب تک فلسطین میں بسے غیر یہودی گروپوں کے موجودہ فراہم حقوق کو نقصان پہنچے۔ اسی طرح ہم ایسا کوئی کام نہیں کرنا چاہتے جس سے دیگر ملکوں میں سے یہود کے حقوق یا سیاسی حالت جن سے وہ شاد کام ہیں نقصان پہنچے۔ فلسطین قضیہ اب برطانیہ کے ہاتھ میں آ گیا۔ اس نے ۱۹۱۷ء تا ۱۹۴۸ء فلسطین پر اپنے دور انتداب میں یہود کو بڑھانے اور فلسطینیوں کو برباد کرنے کی پوری کوشش کی۔ برطانیہ کے اس اعلان کو فرانس اور اٹلی نے فروری ۱۹۱۸ء میں امریکہ نے اکتوبر ۱۹۱۸ء میں مان لیا اس اعلان اور تصدیق کے بعد عالمی صہیونی تحریک کو یہ یقین ہو گیا کہ بین الاقوامی پیمانے پر فلسطین وطن بنانے کا اس کا مطالبہ مان لیا گیا اور اب اسے نچلی سطح پر کسی طرح سرکھپانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس اعلان کے بعد ان کے لیے یہ بھی طے ہو گیا کہ وہ فلسطین کی طرف اجتماعی ہجرت کریں وہاں زمین خریدیں اور اپنی بستیاں بسائیں۔

عصۃ الامم میں نظام انتداب کے بنیادی مقاصد یہ تسلیم کئے گئے۔ وہ علاقے اور نوآبادیات جو جنگ عظیم اول کے نتیجے میں نمایاں ہوئی ہیں جنگ سے پہلے جن ملکوں کے ماتحت تھیں اب نہیں رہ گئی ہیں اور بذات خود وہ اپنے پیروں پر کھڑی نہیں ہو سکتی ہیں اس لئے تمدن کا تقاضا ہے کہ ان کی مدد کی جائے عصۃ الامم (لیگ آف نیشن) نے یہ بھی تسلیم کیا کہ بلفور کے وعدے میں یہودیوں کے فلسطین سے تاریخی ربط کا اعتراف موجود ہے۔

اس انتداب اور بلفور کے وعدے سے یہ غیر منطقی بات سامنے آتی ہے کہ جن کے اختیار میں کچھ نہیں تھا انہوں نے ان کو سب کچھ دینے کا وعدہ کر لیا جن کا کوئی حق تھا۔ ۱۹۱۷ء کے اس صلیبی لوٹ اور فلسطینیوں کو برباد کرنے کی سازش پر فلسطینی اٹھ کھڑے ہوئے اور یہودیوں کو مار کدھیڑ دینے کا تہیہ کر لیا لیکن عرب رہنماؤں نے انہیں ایسا کرنے سے باز رکھا۔

۱۹۱۷-۱۹۲۸ کے برطانوی استعمار کے وقفے میں فلسطین کے مسئلے میں تیسرا موڑ آیا۔ اس کی اسلامی حیثیت سلطان عبدالحمید ثانی کے زوال کے بعد ختم ہوگئی۔ نوجوان ترکوں اور جمعیتہ الاتحاد والترقی اور عرب قومیت پرستوں نے اسے قومی مسئلہ بنا دیا۔ برطانوی استعمار نے اسے استعماری مسئلہ بنا دیا۔

۱۹۲۰ میں برطانوی استعمار نے ہربرٹ صمویل یہودی کو فلسطین میں اپنا نمائندہ اورنگراں بنا کر بھیجا۔ اس اہم پوسٹ کے لئے ایک یہودی کا انتخاب ہوا۔ اس انتخاب کے مقاصد مخفی نہیں۔ پھر ۱۹۲۳ میں فلسطین میں یہودی ایجنسی قائم ہوئی جس کا اسے سربراہ بنا دیا گیا اور یہ بھی طے کر دیا گیا کہ فلسطین میں یہودی ریاست کا قیام اس کا مقصد ہے۔ اس یہودی ایجنسی نے یہودی ریاست کے قیام اور اس کی حفاظت کے سارے جتن شروع کر دیئے۔ بے روک ٹوک فلسطین کے لیے سارے عالم سے خواہش مند یہودیوں کی مہاجرت، لالچ فریب اور خوف کے ذریعہ زبردستی مسلمانوں کی زمینوں کو ہتھیانا، یہودی بستیاں بسانا، فوج کی تیاری، مال کی فراہمی، حکومت چلانے کے لیے رجال کار کی تیاری، اعلیٰ ترین حکومتی اداروں کی تیاری۔ جنگ عظیم ثانی یہودی ریاست کے قیام کے لئے کئی طرح مہمیز ثابت ہوئی۔ جرمنی اور مشرقی یورپ اور دیگر نازی خیالات کے حامل ملکوں میں لاکھوں یہودیوں کی نسل کشی، عسکری تعاون کے ذریعہ استعماری ملکوں کا دل جیتنا، استعماریوں کا کمزور ہونا خصوصاً برطانیہ کا۔ ان وجوہ نے اور ان کے سوا دیگر وجوہ نے فلسطین میں یہودی ریاست کے قیام میں آسانی پیدا کر دی۔ جنگ کے بعد سارے استعماری اپنی مستعمرات سے بوریا بستر باندھ کر اپنے ملک واپس جانے لگے۔ ان کے لیے اب انھیں کو سنبھالنا مشکل تھا ان کو چھوڑ کر اور ان کے اندر اپنے سیاسی معاشی اور تہذیبی مفادات کی جڑیں مضبوط کر کے جارہے تھے۔ برطانیہ نے عراق فلسطین اور اردن سے اپنے انتداب کا منحوس سایہ اٹھا۔ اور انھیں شریف حسین کے گھرانے کے حوالے کر دیا۔ پہلے بھی ان تینوں علاقوں پر اسی گھرانے کی برطانیہ کی نیابت و حمایت میں حکومت تھی۔ اس گھرانے سے بہتر

اسے کامل وفادار بل بھی نہیں سکتا تھا۔

☆ یہودی خواب پورا ہو گیا

یہود ایجنسی کا قیام دراصل یہودی ریاست کی سنگ بنیاد تھی۔ اٹھائیس سال کا وقفہ اس ریاست کے سارے لوازمات مہیا کرنے کا وقفہ تھا۔ جب برطانوی استعمار جنگ عظیم ثانی سے چور ہو کر اس لائق نہیں رہا کہ اپنی نوآبادیات پر حکومت کر سکے تو انھیں چھوڑ کر جانے لگا مشرق اوسط میں عراق اردن اور فلسطین کو بھی اسے چھوڑنا پڑا لیکن جاتے جاتے اس نے فلسطین یہود کے حوالہ کر دیا۔ ۱۵ مئی ۱۹۴۸ء میں اسرائیل کے نام سے یہودی ریاست کے قیام کا صہیونیوں کا خواب پورا ہو گیا۔ اس کا اعلان ہو گیا اور اسے برطانیہ امریکہ فرانس اور روس کی حمایت حاصل ہو گئی انہوں نے نئی حکومت کو تسلیم کر لیا اور اقوام متحدہ نے فلسطین کو اسرائیل اور فلسطین دو ملکوں میں جبراً تقسیم کر دیا لیکن اصحاب حق فلسطینیوں کو تسلیم نہیں تھا۔

۱۹۰۹ میں قانونی طور پر مہاجرت کا سلسلہ شروع ہوا۔ پھر ۱۹۲۰ میں یہودی ایجنسی کا قیام عمل میں آیا اور تیسرے مرحلے میں ۱۹۴۸ میں یہودی ریاست قائم ہو گئی اور دنیا کے طاغوتوں نے اسے فوراً تسلیم کر لیا۔ ۱۹۵۰ میں ایران اور ترکی نے بھی اسے تسلیم کر لیا اور اب فلسطین کے یہ گنہ گار حماس کے سب سے بڑے حمایتی بنے ہوئے ہیں اور بے شعور عرب امراء و سلاطین کو گالی دینے کا روگ پالے ہوئے ہیں۔

☆ یہودی ریاست اسرائیل

مسلمانوں کی کمزوری اور اعدائے اسلام کی حمایت کی بنیاد پر یہودی ریاست کا قیام عمل میں آ ہی گیا۔ صہیونیوں نے پوری منصوبہ بندی سے کام کیا۔ اور صبر و ضبط کے ساتھ اپنے مقصد کے حصول میں لگے رہے راہ کی ساری مشکلات کو جھیلنے اور ہٹانے کے لئے عالم صلیب کا تعاون حاصل کرتے رہے اور ہر سانحے اور حادثے کو اپنے مفاد میں استعمال کرتے رہے اور ایک ریاست قائم کرنے اور حکومت چلانے کے سارے اسباب مہیا کرتے رہے۔ ان کا مسلسل کام ہوتا رہا ان کی ان تھک محنت جاری رہی۔ ان کی محنت

رنگ لائی اور وہ کامیاب ہو گئے۔ اور آج تک کامیاب ہیں اور روز بروز ان کی کامیابی میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے اور جتنا اسے برطانوی استعمار اور اقوام متحدہ سے ملا تھا اس سے کہیں زیادہ اس نے اپنی جارحیت سے حاصل کر لیا اور اپنے خلاف موجود ساری مزاحمتوں کو توڑناڑ کر رکھ دیا ہے۔ ۱۹۱۷ء سے لے کر اس وقت تک ایک سو سال کے اندر اپنے خلاف اٹھنے والی ہر مقاومت کو انہوں نے پسپا کر دیا۔ اس وقت اسرائیل خطے میں سب سے مضبوط جوہری توانائی کا حامل ترقی یافتہ ملک تسلیم کیا جاتا ہے اور ساری یہودی لابی دولت علم تجربہ میڈیا سازشیں، انجمنیں اور عالمی طاقتیں اس کے ساتھ ہیں۔ خود اس کی معاشی حربی سائنس تجرباتی قوت اس کے حجم سے کہیں زیادہ ہے۔ اسی لئے اس کی ننگی جارحیت کو بھی عالمی اسٹیج سے بھی قانونی حق قرار دیا جاتا ہے۔ آج ہندوستان جیسا عظیم ملک بھی اس کی نظر عنایت کا محتاج رہتا ہے اور اس کی خوشنودی کے حصول میں کوشاں۔

اسرائیل ہر شے میں خود کفیل ہے بلکہ اس کے سائنسی اور حربی تجربات اور ٹکنالوجی کو حاصل کرنے کے لیے بڑے بڑے ممالک دوڑ لگاتے ہیں۔ اسرائیل کسی بحران کا شکار نہیں ہوتا ہے اور اگر ہوتا ہے تو صہیونی دنیا اس کی بھرپائی کرنے کو تیار رہتی ہے اور پوری صہیونی زدہ مسیحی دنیا اس کے طلب پر حاضر رہتی ہے۔

اسرائیل نے فلسطین کے پتھروں سے زندگی کشید کر لی ہے۔ ان سے دوبارہ اپنی زبان تہذیب اور زندگی کی تشکیل کر لی ہے۔ فلسطین کے ریگ زاروں سے اس کی محنت کے سبب جوئے حیات ایلنے لگی ہے۔ اس نے اس کے زیتون کے درختوں سے زندگی کی روشنی کے لیے شفاف روغن نچوڑ لیا ہے اور اپنے اسباب آرائش و آسائش حیات کو فلسطین کے نہتوں کے لیے عذاب وحشت اور دہشت بنا دیا ہے۔ اسرائیل کی فطرت اور انسانیت سے بغاوت اسی حد تک بار آور ہو سکتی ہے جب تک فلسطین کا قضیہ اسلامی قضیہ نہیں بن جاتا ہے۔

☆ سازشیں رنگ لائیں

فلسطین کا مسئلہ مسلمانوں کے لیے نہایت حساس مسئلہ تھا۔ صلیبی جنگوں اور عالم

صلیب سے اسے آزاد کرانے کے بعد اس کی حساسیت مزید بڑھ گئی تھی۔ سارے عالم اسلام کو اس کی اہمیت اور اس کی نوعیت کا شدت سے احساس تھا اسی کا اظہار سلطان عبدالحمید ثانی کے مضبوط اسلامی موقف سے ہوتا ہے انھیں نے اسے اسلامی قضیہ بنایا اور اس کی نگہداشت کی عالم صہیونیت نے ہر امکانی کوشش کر لی کہ ان سے فلسطین کا سودا کر لے لیکن ناکام رہا اس کے بعد سازش کی شروعات وہیں سے ہوئی۔ عرب اور ترک قومیت کا بکھیڑا چھیڑ کے صہیونیوں اور صلیبوں نے انھیں برطرف کر دیا۔ ترک قومیت نے ان سے دو ملین لیرہ میں فلسطین کا سودا کر لیا۔ عرب قوم پرستوں نے برطانیہ اور فرانس کا ساتھ دے کر (لارنس عربی) کی قیادت میں ترکوں کے خلاف لڑ کر استعمار کی غلامی اختیار کر لی اور فلسطین میں یہودی ریاست کی بنیاد پڑ گئی اور پھر اس کے قیام کا اعلان ہو گیا اور اس وقت سے اب تک ان کے خلاف سازشیں چل رہی ہیں۔

فلسطین کا خالص اسلامی مسئلہ سلطان عبدالحمید کے بعد قومی بن گیا۔ ترکی قومیت کا پھر استعماری مسئلہ بن گیا پھر عرب قومیت کا۔ اور عرب قومیت کا مسئلہ بننے کے بعد اقوام متحدہ میں جا کر اٹک گیا اور یوں فلسطین ضائع ہو گیا۔ اس کے باوجود ان کے خلاف بین الاقوامی اور علاقائی سازشیں چلتی رہتی ہیں۔

فلسطین کی عرب فلسطینی آبادی کو سلطان عبدالحمید ثانی کے سقوط کے بعد ۱۹۰۹ ہی میں یتیم بنادیا گیا وہ اپنے وطن کے اصلی حقدار تھے لیکن ۱۹۰۹ کے بعد ان کو ان کے اپنے مسئلے سے دور رکھا گیا۔ ان کے خلاف صہیونی تحریکوں نے سازش کی۔ برطانیہ امریکہ فرانس اٹلی اور روس کے الحادی افکار رکھنے والے روس نواز کمیونسٹ بھی پیدا ہوئے فکری انتہا پسندیاں آئیں۔ متضاد افکار و نظریات نے ان کے اندر جنم لیا اور انھیں ٹوٹ پھوٹ کا شکار بنادیا۔

سازشوں نے انھیں نہتا، بے گھر و بے در بنادیا۔ جب فلسطین کے لیے یہودی مہاجرت شروع ہوئی اور یہودیوں نے عسکری نظم قائم کیا ہتھیار جمع کئے۔ فلسطینیوں کو تشویش ہوئی انھوں نے عسکریت کی تربیت لینے کا انتظام کرنا چاہا لیکن مسلح ہونے اور عسکری

ترہیت لینے سے عرب ترک اور استعمار سبھوں کو روک دیا گیا اور یہ سلسلہ جاری رہا۔ جب یہودی ایجنسی کا اعلان ہوا اور ان کی تشویش بڑھی۔ تب بھی انھیں عسکریت سے روکا گیا۔ اور فلسطین ان کا ملک اور وطن ہونے کے باوجود اس کی حفاظت اور بقا کا انتظام کرنے سے استعمار اور غلامان استعمار نے روکا۔

فلسطین میں یہودی ریاست کے قیام کا اعلان ۱۹۴۸ میں ہو گیا اور برطانیہ نے یہ مجرمانہ عمل تو کیا ہی۔ اس ناجائز یہودی ریاست کے اعلان کے چند گھنٹوں بعد امریکہ نے اسے تسلیم کر لیا اور پھر تمام اعدائے اسلام نے بخوشی اسے مان لیا اور ۱۹۵۰ء میں ترکی اور ایران نے تسلیم کر لیا اور اس وقت سے دونوں ملکوں کا اس ناجائز یہودی ریاست سے ہر طرح کا تعامل و تعاون ہے۔

☆ مغربی ذہنیت

مغربی ذہنیت صلیبی اور صہیونی ذہنیت ہے۔ صلیب اور صہیون الحاد کی شکل میں ہو یا کمیونزم کی شکل میں یا فلسفہ و افکار کے کسی کلت سے اس کا تعلق ہو۔ سیاسی نظریات کی انواع و اقسام ہو یا ادب و فن کی کسی رنگارنگ شکلوں میں ہو۔ صلیب صلیب ہے اسلام اور مسلمانوں کا دشمن۔ صہیون صہیون ہے اسلام اور مسلمانوں کا دشمن ہے۔

صلیب و صہیون نے دو ڈیڑھ صدیوں کو اسلام اور مسلمانوں کو صفحہ ہستی سے مٹا دینے کی ہر کوشش کی ہے اور ظلم و ستم، بربریت اور حیوانیت، درندگی اور وحشی پن کی جتنی صورتیں ہو سکتی ہیں اور انسانی ذہن جس طریقوں کو اختیار کر سکتا ہے انہوں نے ان تمام شکلوں کو اختیار کیا۔ ان کے لئے نہ کسی کا تڑپنا کوئی معنی رکھتا ہے۔ نہ آہ و آنسو کوئی اہمیت رکھتے ہیں، ان کو نہ کسی کا درد متاثر کرتا ہے نہ کسی کی تکلیف۔ یہ اپنے مقاصد کے حصول کے لئے کسی بھی حربے کے استعمال سے نہیں چوکتے۔ خواہ وہ انسانیت کے لئے ننگ ہو اور اس کے ارتکاب سے انسان بہمیت سے بھی نیچے گر جائے۔ یہی ذہنیت فلسطین میں یہودی ریاست کے قیام کا باعث بنی۔

☆ مغرب کی استعماری ذہنیت فلسطین میں تازہ

ہو گئی:

فلسطین میں یہودی ریاست قائم کرنے کے لئے افراد اور زمین دونوں کا پایا جانا لازمی تھا۔ حکومت فضا میں قائم نہیں ہو سکتی تھی۔ اور افراد نہ ہوں تو حکومت کس کے لئے ہوگی اور حکومت کون چلائے گا۔ اس لئے یہ طے پایا کہ فلسطین میں یہودی ریاست قائم کرنے کے لیے منصوبہ بند طریقے پر ساری دنیا سے یہودی وہاں لا کر بسائے جائیں اور فلسطین کے لیے یہودی مہاجر ت اس کثرت سے ہو کہ وہاں ان کی اکثریت ہو جائے۔ فلسطین میں یہودیوں کی نئی آباد کاری بالکل اسی طرح تھی جس طرح ریڈانڈین کو امریکہ میں اجاڑا گیا اور انھیں چند دہائیوں میں کروڑوں کی تعداد میں ہلاک کیا گیا۔ وہ وہاں کے اصلی باشندے تھے لیکن یورپی باشندوں نے انھیں کیڑوں مکوڑوں کی طرح مارا۔ ان کو انسان تسلیم ہی نہیں کیا۔ برابر اور تاتار ہماری زبان میں وحشت اور دہشت کی علامت مانے جاتے ہیں۔ مگر گوری چڑی والے یورپی درندوں کے مقابلے میں یہ کچھ بھی نہیں ہیں The dark side of demo cracy کے مصنف کے مطابق پچاس سال کے اندر گوری چڑی والے یورپی نژاد باشندوں نے ۱۱ کروڑ ریڈانڈین کو مارا۔ اس طرح تمام نو آبادیات میں انہوں نے انسانی خون سے ہولی کھیلی۔ انھیں درندوں نے دو کروڑ افریقیوں کو زبردستی غلام بنایا اور انھیں جانوروں کا بھی درجہ نہ دیا۔ ان میں سے بڑی تعداد ان کے ظلم و ستم کا شکار ہو کر تباہ ہو گئی۔ برصغیر سے انہوں نے لاکھوں لوگوں کو بندھوا مزدور بنا کر غلامی کی زنجیروں میں جکڑا اور اپنی نو آبادیات جزائر میں ان کی مرضی کے علی الرغم لے جا کر روزانہ ۲۰-۲۰ گھنٹے کام کروائے اور ان کو ریوٹ کی طرح رکھا۔ آسٹریلیا اور نیوزی کے ابروجنی اور ماوری اصلی باشندوں کو چین چین کر مارا۔ جنگلوں پہاڑیوں اور غاروں میں انھیں تلاش کر کے گولیوں سے بھونا اور ان کے تمام ممتلكات پر قبضہ کر لیا۔ ان اقوام مغرب نے ڈھائی تین صدیوں میں دو ارب تہتر کروڑ انسانوں کو ذبح کیا ہے۔

جس قوم کی درندگی اور دہشت گردی پہچان ہی نہیں روزی روٹی ہو، اس سے کس چیز کی امید کی جاسکتی ہے۔ انھیں درندوں نے اپنے جیسے درندوں اور غداروں کو فلسطین میں اس کے اصلی باشندے عربوں کو اجاڑ کر بسایا اور ان کے سارے ممتلكات ارضیہ پر قبضہ کر لیا۔

☆ فلسطین میں یہودی مہاجرت کی کہانی

فلسطین میں یہودی تعداد نہ کے برابر تھی۔ قدس (یروشلم) میں ۱۱۷۰ء میں صرف ایک یہودی تھا ۱۵۰۷ء میں ۱۵۰ یہودی تھے۔ مگر انیسویں صدی ۱۸۹۷ء میں ۴۲۰۰۰ یہودی آباد ہو گئے۔ فلسطین میں یہودیوں کی مہاجرت ہزاروں سے شروع ہوئی اور تیس لاکھ سے زیادہ یہودی وہاں ہجرت کر کے آئے۔

فلسطین کے لئے یہودی مہاجرت پورے عالم سے ہوئی اور اس کے لئے عالمی صہیونی بینک اداروں اور ایجنسیوں نے ہر طرح کا تعاون کیا اور سہولیات فراہم کیں اور یہودی مہاجرت کے لئے خلافت عثمانی پر عالمی دباؤ بھی بنا اور اس کے سقوط کے بعد عرب سیکولر نوازوں قومیت پرستوں اور عرب کمیونسٹوں نے اپنی فکری ضلالت کے سبب ان کو فلسطین میں آ بسنے اور فلسطینیوں کو اجاڑ دینے میں برضا و رغبت یا بغفلت یہودی بھرپور مدد کی۔

خلافت عثمانی کا اسلامی عنوان اور پہچان ختم ہونے اور قومیت اور سیکولرزم کے آجانے کے بعد یہود کے لیے فلسطین میں یہودیوں کو بسانا بہت آسان ہو گیا۔

یہود کی مہاجرت کے لیے عالمی سیاسی حالات اور عالمی و علاقائی جنگیں بھی بڑی کارآمد ثابت ہوئیں ۱۸۸۲ء کے قریب روس میں ان کی نسل کشی ہوئی اس طرح مشرقی یورپ میں ان کی شرارتوں کے سبب مصیبتیں آئیں پھر یورپ میں فاشزم نے ان کو رسوائی تباہی اور ذلت کے قعر میں ڈھکیل دیا۔ امریکہ میں اس دور میں یہ مذاق بنے ہوئے تھے۔ ان وجوہ نے ان کو شوق ہجرت کے پر لگا دیئے اور ان کا خود اندازہ تھا کہ اپنی دولت تجارت علمی و صنعتی جانکاری اور برتری کے سبب فلسطینی عربوں سے نمٹ لیں گے۔ پھر قومیت نے عربوں کو پارہ پارہ کر دیا تھا اور سب مغربی استعمار کے مکمل کنٹرول میں تھے اس لئے فلسطین

کے خطے میں ان کے اصل باشندوں سے نمٹ لینا اور ان پر حاوی ہو جانا ان کے لئے آسان نظر آیا۔ دوسری طرف عالمی طاقتیں ان کے لیے پشت پناہ تھیں۔ جنگ عظیم اول اور ثانی میں عالمی قوتوں کے لیے ان کی مالی و عسکری خدمات قابل ذکر تھیں اور جرمنی کے فاشزم نے امریکہ برطانیہ فرانس اور روس کو ان کا ہمدرد بنا دیا تھا۔ ان متحدہ طاقتوں نے جرمنی کے یہودیوں کے لئے بھاری تاوان وصول کیا اس سے بھی فلسطین کے لیے یہودی مہاجرت میں بڑی آسانی ہوئی۔

ماہرین کا کہنا ہے کہ ۱۸۸۲ تا ۱۹۴۳ فلسطین میں یہودی مہاجرت کے پانچ ریلے آئے اور اس ۶۳ سالہ مہاجرتی مرحلوں میں یہودی تعداد فلسطین میں یہودی ریاست قائم کرنے کے لائق ہو گئی۔

۱۸۳۹ کی مردم شماری کے مطابق پورے فلسطین میں یہودیوں کی تعداد چھ ساڑھے چھ ہزار تھی اور آدھی یہودی آبادی قدس میں تھی اور فلسطین عربوں کی تعداد تیس لاکھ تھی۔ ایک ہی سال کے اندر پھر یہودی تعداد ساڑھے دس ہزار ہو گئی۔ ۱۸۸۰ میں فلسطین میں نو آباد یہودیوں کی تعداد پچیس ہزار ہو گئی۔ ان کی نصف تعداد قدس میں آباد تھی۔

۱۸۹۷ تک تمام عالمی دباؤ اور ترغیب و ترہیب کے باوجود فلسطین میں یہودیوں کی تعداد پچاس ساڑھے ہزار کے درمیان رہی۔ یہ تعداد بھی خلافت عثمانی کی اسلامی پالیسی کے علی الرغم تھا اور انتظامیہ میں رشوت اور بدعنوانی کا نتیجہ تھا۔ ۱۸۸۲ء میں یہودی مہاجرت کا جو پہلا ریلہ اور شیا اور مشرقی یورپ سے آیا تھا اور ایک بیک ان کی تعداد ۲۵ ہزار سے پچاس ساڑھے ہزار ہو گئی یا ۱۸۳۹ میں ساڑھے چھ ہزار سے ۱۸۹۷ تک ان کی تعداد پچاس ہزار ہو گئی یہ سب فلسطین انتظامیہ کی بدعنوانی اور رشوت خوری کا نتیجہ تھا ورنہ سلاطین عثمانیہ کی پالیسی کے یہ بالکل خلاف تھا۔

یہودیوں اور صیلیبوں کی سازشوں سے عثمانی سلاطین پوری طرح آگاہ تھے اور فلسطین میں صدیوں کے صہیونی مطامع اور صلیبی حقد سے باخبر تھے۔ جب فلسطین کے متعلق عالم

صہیونیت اور عالم صلیبیت کی مشترکہ سازشیں بڑھنے لگیں تو ۱۸۵۵ء میں عثمانی خلافت نے ایک قانون بنایا جس کے مطابق فلسطین میں غیر فلسطینی زمین نہ رکھ سکتا تھا نہ خرید سکتا تھا۔ اس لیے چالیس سال کے اندر ان کی تعداد زیادہ بڑھ نہیں سکی اور جو بڑھی انتظامیہ کے کرپشن کے سبب بڑھی۔ سلطان عبدالحمید ثانی کے دور میں (۱۸۷۷ء تا ۱۹۰۹ء) میں صہیون و صلیب سازش پر کڑی نظر رہی۔ سلطان کے دور میں عالمی دباؤ بڑھا کہ یہود کو فلسطین میں آباد ہونے دیا جائے۔ امریکی سفیر اور دیگر سفراء کی کوششیں اس مسئلہ میں کلی طور پر ناکام ہو گئیں انہوں نے یہودی پیامبر کو بتلایا کہ فلسطین کو چھوڑ کر یہودی عثمانی سلطنت کے کسی خطے میں پرامن طریقے سے رہ سکتے ہیں۔ جون ۱۸۸۲ء میں سلطان نے فلسطین کے ذمہ دار کے نام ایک فرمان جاری کیا کہ روس بلغاریہ اور رومانیہ کے یہود کو قدس میں داخل ہونے سے روکا جائے اور وہاں ان کے داخلے پر پابندی عائد کر دی جائے اور عثمانی سلطنت کے گورنروں کی انجمن کے نام فرمان صادر ہوا کہ یہود کو فلسطین میں آباد ہونے کی قطعاً اجازت نہیں ہے۔ جب پھر یورپی ممالک کا دباؤ بڑھا تو اسی سال شاہی قوانین بنے کہ یہود فلسطین میں صرف مقامات مقدسہ کی زیارت کے لیے جاسکتے ہیں اور صرف تین ماہ ٹھہر سکتے ہیں اور یہ بھی طے پایا کہ عثمانی سلطنت کے یہودی باشندوں کے سوا دیگر ممالک کے یہودیوں کے لیے لازمی ہے کہ اپنی دینی شناخت کے لئے اپنا پاسپورٹ ساتھ میں رکھیں تبھی ان کو زیارت کے لیے محدود مدت کی اجازت مل سکتی ہے۔

فلسطین میں یہودیوں کی آباد کاری کے لیے سارے دباؤ اور غیر قانونی راہوں کو بند کرنے کے لیے سلطان عبدالحمید ثانی نے ۱۸۸۷ء میں ایک قدم اور اٹھایا اور قدس کو دمشق کے صوبے سے کاٹ کر ایک الگ ضلع بنا دیا اور مخصوص خطہ، جس کا انتظام و انصرام براہ راست بارگاہ عالیہ آستانہ سے متعلق ہو گیا اور یافا کے بندرگاہ پر چوکسی کڑی کر دی گئی اور بدعنوان عملہ کو وہاں سے ہٹا دیا گیا اور قدس کے ساتھ شمالی فلسطین کے علاقوں میں ایمر جنسی لاگو کر دی گئی۔ اور اس سال یہودیوں کی فلسطین میں مدت زیارت تین ماہ سے کم کر کے ایک ماہ کر دی گئی۔ ان تمام قانونی اور عملی اقدامات سے یہود کی فلسطین مہاجرت پر مکمل پابندی عائد ہو گئی۔

برطانیہ فرانس اور امریکہ کے سفراء نے ترکی سلطنت پر دباؤ ڈالنا شروع کیا جس کے نتیجے میں قدس اور مضافات قدس سے ایمر جنسی ہٹائی گئی اور زیارت کی مدت دوبارہ تین ماہ کر دی گئی۔

۱۸۹۲ء میں سلطان عبدالحمید ثانی نے قانون بنایا کہ فلسطین میں حکومت کی زمینیں عثمانی یا غیر عثمانی کسی یہودی کے ہاتھ بیچی نہیں جاسکتی ہیں۔ اس طرح عثمانی سلطنت کے شہریوں کے لیے ممنوع قرار پایا کہ وہ یہود کے ہاتھ زمین بیچیں۔ اس مرتبہ برطانیہ نے مداخلت کی اور اس قانون کے اثرات زائل ہو گئے اور اس سلسلے میں مختلف حقوق اور بین الاقوامی معاہدوں کے حوالے دیئے گئے۔ اب تک فلسطین میں یہودیوں کی تعداد چالیس ہزار ہو گئی۔ یہودیوں کی عیاریوں اور ان کے مطالع کی راہ میں حائل سلطان عبدالحمید ثانی کو ہٹائے جانے کے بعد جمعیتہ الاتحاد والترقی کے ہاتھ میں حکمرانی کا باگ ڈور آیا انہوں نے ۱۹۱۳ء میں ایسا قانون بنا دیا کہ جیسے کل عثمانی سلطنت کی اراضی مع آراضی فلسطین کی نیلامی کی بولی لگ گئی وہ تو کہئے فلسطینی عرب اس کے خلاف اٹھ کھڑے ہو گئے اور پہلی عالمی جنگ شروع ہو گئی اس لیے یہ قانون موثر نہ ہو سکا ورنہ اس سال فلسطین بک گیا ہوتا اور یہودی ریاست قائم ہو گئی ہوتی۔ بہر حال ۱۹۱۴ء میں فلسطین میں یہودی مہاجرین کی تعداد بڑھ کر قریباً دس فیصد ہو گئی یعنی چار لاکھ کے قریب اور ڈیڑھ فیصد فلسطینی اراضی کے مالک بن گئے اور ۱۹۲۸ء میں ان کی تعداد عرب فلسطینیوں کے مقابلے میں ۳۷ فیصد ہو گئی اور سات فیصد اراضی کے مالک بن گئے۔

۱۸۸۲ء میں جب روس بلغاریہ اور رومانیہ میں یہود پر زمین تنگ ہونے لگی تھی تو انھیں عثمانی سلطنت کے دیگر خطوں ترکستان اور عراق میں آباد ہونے کی اجازت مل گئی تھی۔ ۱۹۲۸ء میں فلسطین میں یہودی ریاست کے قیام کے بعد پھر ساری دنیا سے یہودیوں کی مہاجرت کی راہ میں کوئی رکاوٹ ہی نہ رہی۔ اور اب تک مہاجرت کا سلسلہ جاری رہے۔

☆ **یہودی مہاجرت میں ہمہ جہتی تعاون:**

جب فلسطین اسلامی قضیہ نہیں رہ گیا۔ سلطان عبدالحمید کے جانے کے بعد اسے عرب

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

قومیت کا مسئلہ بنا دیا گیا اور مسائل کو سیکولر اور لادینی نقطہ نظر سے دیکھا جانے لگا۔ ترک قوم پرستوں نے یہودیوں کے زیر اثر عثمانی سلطنت کی ساری ممتلاکات اسلامیہ کو نیلام کا سامان بنا دیا انہوں نے ۱۹۱۳ میں یہودیوں کے لیے خاص کر ایسا قانون بنا دیا تھا۔

خود عربوں میں اسرائیل کے قیام سے پہلے فلسطین قضیہ قومی اور سیکولر بن چکا تھا۔ پھر وہ کلی طور پر برطانوی فرانسیسی استعمار کے زیر اثر تھے اور عثمانی سلطنت کے ٹکڑے کر کے استعماری اس کے وارث بن چکے تھے۔ ان کے لیے کوئی مسئلہ نہ تھا کہ کون کہاں بستا ہے اور کون کہاں آتا جاتا ہے اور کون عرب خطہ کس کے پاس جاتا ہے۔ شریف مکہ یعنی اردن کا ہاشمی گھر انہ اردن عراق اور فلسطین کا دعویٰ دار تھا اور برطانوی استعمار کا ایجنٹ بن چکا تھا۔ اس کے ایک فرد فیصل تھے جو عراق کے کنگ بنائے گئے۔ ۱۹۱۹ میں وایز مین صہیونی تحریک کے صدر اور ان کے درمیان معاہدہ ہوا تھا۔ اس کے بموجب عراق سے یہودیوں کی فلسطین ہجرت کے لیے ہر طرح آسانی فراہم کی گئی اور شاہ فیصل عراق نے فلسطین میں یہودیوں کی آباد کاری کے متعلق ہر تعاون کا یقین دلایا اور فلسطین میں یہودیوں کی آباد کاری کے متعلق صہیونی ذمہ دار کے ساتھ پوری ہم آہنگی کا مظاہرہ کیا۔ اس تنازعہ کا نتیجہ تھا کہ اسرائیل کی ایریک کے مطابق عراق سے ۱۹۲۸ تا ۱۹۵۲ دس لاکھ پانچانوے ہزار ۹۶ یہودیوں نے فلسطین کے لیے ہجرت کی اور عراق میں صرف بوڑھے یہودی اور یہودی بوڑھیاں رہ گئیں جو اسرائیل کے مطلب کی نہیں تھی۔ عراق میں ان کی تعداد اس لئے زیادہ تھی کہ ۱۸۸۲ میں جب ریشیا میں ان کی نسل کشی شروع ہوئی۔ اسی طرح بلغاریہ اور رومانیہ میں ان کا اجتماعی قتل ہو رہا تھا تو سلطان عبدالحمید نے انہیں عراق اور ترکستان میں پناہ دی تھی۔

عراق کی یہودی مہاجر متضحکہ خیز تھی۔ عراق کا ایک یہودی شہری موساد کا ایجنٹ تھا اس نے اور عربی فاشسٹ طاقتوں نے یہودیوں کو عراق سے نکلنے پر مجبور کیا اور ساتھ افریقہ کی ایک ایرلائن کے ذریعہ قبرص پھر وہاں سے اسرائیل کے لدا ایرپورٹ پر لایا جاتا تھا اس ٹرانسٹریٹ میں بعض یہودی ادھر ادھر ہو جاتے تھے اس لئے پھر براہ راست بغداد سے

لداسرائیلی انٹرنیشنل ایئرپورٹ انھیں منتقل کیا جانے لگا۔

اس طرح عرب قومیت پرست عرب کمیونسٹ عرب ملحد اور عرب منافق سمجھوں نے اسرائیل کی طرف بلاد عرب سے یہودیوں کی مہاجرت میں تعاون کیا حتیٰ کہ انھیں ترغیب ترہیب کے ذریعہ ہی نہیں مارپیٹ کر بھی بلاد عرب سے کھڑا گیا صہیونیوں کی مانگی مراد انہوں نے پوری کر دی۔

یہودی ریاست اسرائیل کے قیام کے بعد ۱۹۵۰ء میں عرب ممالک مصر عراق لبنان سیریا یمن لیبیا تونس الجزائر مغرب اور بحرین میں یہودیوں کی کل مجموعی تعداد سات آٹھ لاکھ کے درمیان تھی ۱۹۹۲ میں یہ تعداد صرف تیرہ ہزار رہ گئی سب اسرائیل چلے گئے اور اب شاید ان کی سینکڑوں کی تعداد بھی نہ رہ گئی ہوگی۔ یہودی اکثریت فلسطین میں جا کر عرب اور اسلامی ممالک ہی سے جا کر رہی۔ ۱۹۴۸ء سے قبل بھی ان ممالک سے فلسطین جا کر آباد ہونے کی اچھی خاصی یہودی تعداد رہی ہوگی۔

عرب ممالک سے یہودی مہاجرت ۱۹۵۰ کے بعد اس طرح رہی مصر کچھ ہتر ہزار، عراق ایک لاکھ بیس ہزار، لبنان چھ ہزار سیریا تیرہ ہزار، یمن پچاس ہزار، لیبیا ۳۸ ہزار، تونس ایک لاکھ، الجزائر ایک لاکھ تیس ہزار، مغرب دو لاکھ اسی ہزار، بحرین چار سو، ترکی میں ۱۹۳۵ میں اٹھتر ہزار سات سو بیس یہودی تھے۔ ۱۹۹۲ میں چھبیس ہزار رہ گئے کیونکہ ترکی کے اسرائیل سے ۱۹۵۰ سے سفارتی تعلقات تھے اور اس نے یہودی ریاست کو تسلیم کر لیا تھا اور اقتصادی عسکری سیاسی ہر طرح ان کا اسرائیل سے تعامل تھا۔

وایزمین صدر عالمی صہیونی تحریک نے ۱۹۲۰ کے لگ بھگ بعض یورپی سربراہوں اور صلاح کاروں سے گفتگو کرتے ہوئے کہا تھا کہ ہم فلسطین میں پچاس لاکھ یہودیوں کو بسانا چاہتے ہیں اسے تعجب ہوا کہ جس رقبے میں دس لاکھ عرب آباد ہیں وہاں آپ کیسے پچاس لاکھ یہودیوں کو آباد کریں گے وایزمین ہنسا اور اس نے کہا عرب اپنی کاہلی اور کام چوری کے سبب گلزار کو صحرا بنا سکتے ہیں اور ہم صحرا کو گلزار بنا سکتے ہیں۔

اس وقت فلسطین میں یہودی تعداد ساٹھ لاکھ تک پہنچ چکی ہے۔ بیسویں صدی کی پہلی دہائی میں جب یہودی فلسطین میں مہاجرت شروع ہوئی اس وقت فلسطینیوں کی تعداد تیس لاکھ تھی۔ اس وقت یہ تعداد کئی گنا بڑھ گئی ہے۔ لیکن ان کا انجام کیا ہوا جب سے آوارہ یہودی یہاں آکر بسنے لگے، فلسطینیوں کو ان کے گھروں سے اجاڑنے لگے اور پھر مسلسل فلسطینیوں کو اجاڑا جانے لگا ۱۹۴۸ میں یہودیوں کو اسرائیل کے نام پر ۵۶ فیصد زمین ملی لیکن انہوں نے ۷۷ فیصد زمین پر قبضہ کر لیا اور دس لاکھ کے قریب فلسطینیوں کو عام جلا وطنی اور بربادی ملی۔ پھر ۱۹۶۷ میں دو لاکھ مزید خانماں برباد ہوئے۔ فلسطین کے ساڑھے تین سو شہر قصبات اور دیہات سے یہودیوں کے فسادناچاز قبضوں اور ظلم و زیادتی کے سبب جلا وطن ہونا پڑا۔ اور اس وقت ساٹھ لاکھ سے زیادہ فلسطینی پناہ گزین کی حیثیت سے زندگی گزار رہے ہیں۔ یہ تعداد کل فلسطینی آبادی کا ۶۷ فیصد ہے۔ اس وقت اسرائیل میں ۱۵ لاکھ کے قریب فلسطینی آباد ہیں۔ ۲۰ لاکھ غزہ پٹی میں اس سے زیادہ ویسٹ بینک میں اور بقیہ کیمپوں میں بکھرے ہیں۔ اس طرح شذاد آفاق یہودی فلسطین میں عالمی قوتوں اور عرب و ترک قوم پرستوں، لوگوں کی غدا ریوں کے سبب آباد ہو گئے اور ہزار سالوں سے فلسطین میں آباد عرب فلسطینیوں کو اجاڑ دیا گیا اور فلسطینی ضائع ہو گئے۔ اور یہ سو سالوں میں لمحہ لمحہ ہوتا رہا اور اب تک ہو رہا ہے کتنا کرب ناک ہے یہ ضیاع اس کا درد کئی نسلوں کے ریشے ریشے میں سما گیا ہے۔

☆ ارض فلسطین پر یہود کا قبضہ

فلسطین کی زمینوں کو ہتھیانے اور یہودی ریاست قائم کرنے کے لیے یہود کے پاس اس وقت طاقت نہ تھی جب انہوں نے یہ فیصلہ کیا تھا اس وقت انہوں نے اپنی دولت اور مکرو فریب کو استعمال کیا دوسری حکومتوں کا سہارا لیا سازشیں کیں اور سفارشیوں طلب کیں۔ اور آہستہ آہستہ وہ اس میں کامیاب ہوتے گئے۔ عثمانی سلطنت یہودی عیار یوں سے سب سے زیادہ باختر تھی۔ اس نے ان کی چالوں کو کامیاب نہ ہونے دیا۔ ان کے بے اثر

ہوتے ہی عرب اور ترک قومیت نے فلسطین میں یہودیوں کو آباد ہونے اور فلسطینیوں کو اجاڑنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ ۱۹۱۳ میں ترک قوم پرستوں نے قانون پاس کر کے یہودیوں کو فلسطین میں زمین خریدنے، بستیاں بسانے اور عسکری و سیاسی حیثیت سے تیار ہو کر اس میں یہودی ریاست قائم کرنے کا پورا موقع دیدیا۔

۱۹۱۴ سے پہلے فلسطین میں یہودی صرف ڈیڑھ فیصد زری زمین خرید سکے لیکن اس کے بعد ۱۹۲۸ تک یہودی ریاست قائم ہونے سے پہلے فلسطین کی صرف سات فیصد زمین خرید سکے ۱۹۰۷ تک پورے فلسطین میں ان کی ۲۷ بستیاں تھیں۔ ۱۹۱۴ میں ان کی ۴۷ بستیاں آباد ہو گئیں۔ ۱۹۲۲ میں ان کی تعداد ۷۱ ہو گئی۔ ۱۹۴۴ میں بڑھ کر یہ ۲۵۹ تک پہنچ گئیں اور یہودیوں کو فلسطین میں قدم رکھنے کی جگہ ملی اور وہ اپنی تمام تیار یوں اور عیار یوں کے ساتھ پھیلتے اور فلسطینیوں کو وطن گھر اور زمین سے بے دخل کرتے گئے ۱۹۱۴ کے بعد کس تیزی سے وہ فلسطین کی زمینوں کے مالک بنتے چلے گئے اور کس طرح آسانی سے فلسطین عربوں کے وطن میں بے دھڑک آباد ہوئے بڑھنے لگے۔ اس حقیقت کو جاننے کے لیے یہ اعداد و شمار پیش نگاہ رہیں۔

پہلے بیان ہوا کہ ۱۹۱۴ سے پہلے یہود فلسطین کے کل رقبہ کے ڈیڑھ فیصد کے مالک تھی لیکن اس کے بعد ۱۹۱۴-۱۹۱۷ کے وقفے میں انہوں نے ۱۶۱۳۷ ایکڑ زمین حاصل کر لی اور ۱۹۱۸ میں بڑی تیزی سے انہوں نے (۳۳۳۲۵) ایکڑ زمین حاصل کر لی جو قریباً فلسطین کی ۲۰ لاکھ قابل زراعت زمین کا تین فیصد حصہ ہے۔ یہودی ریاست کے قیام سے پہلے ۱۹۲۸ میں یہود نے فلسطین کی ۷ فیصد زمین ہتھیالی تھی اس وقفے میں مذکورہ ساڑھے تین لاکھ ایکڑ کے علاوہ انہوں نے مزید ساڑھے چار لاکھ ایکڑ زمین حاصل کر لی تھی۔

جب ۱۹۴۸ میں فلسطین کو دو ملکوں میں تقسیم کرنے کی یورپی قزاقوں نے قرارداد پاس کی اس کے مطابق یہودی ریاست کو ۵۶ فیصد فلسطین کا علاقہ ملا اور فلسطین کے اصلی مالکوں کو صرف ۴۴ فیصد، لیکن یہودی غاصبوں نے ۷۷ فیصد فلسطین پر قبضہ کر لیا۔ اور ۱۹۶۷ کی

جنگ میں پورا فلسطین اور اس سے کہیں زیادہ رقبہ اس کے ہاتھ میں آیا۔
 فلسطینیوں کو جو ۴۴ فیصد علاقے اقوام متحدہ کے کفن چوروں کے فیصلے کے مطابق ملے
 تھے اور اس بندر بانٹ کو بین الاقوامی طور پر تسلیم شدہ مانا گیا تھا وہ بھی ضائع ہو گیا۔ اسے
 غاصب یہودی ریاست نے قبضہ کر لیا اور ۴۷ سال گزرنے کے بعد بھی یہ علاقہ یہودیوں
 کے ناپاک وجود سے خالی نہ ہو سکا ان میں بھی برابر بستیاں بسائی جا رہی ہیں اور دنیا کے
 احتجاج کے باوجود، بستیوں کے بسانے کا سلسلہ جاری ہے۔ سارے عالم میں اسرائیل سے
 زیادہ ہٹ دھرم ظالم من مانی کرنے والا کوئی ملک نہیں ہے لیکن پھر بھی سارا عالم صلیبیت
 اور کفر والحاد اس کے ساتھ ہے۔

☆ مصالحت کا ڈرامہ

۱۹۹۳ میں مختلف ملکوں کی وساطت سے پی ایل او اور اسرائیل کو بات چیت اور گفتگو
 کے ٹیبل پر بٹھایا گیا امریکہ کی نگرانی میں دیگر یورپی اور عربی ممالک کی رضا مندی سے
 فلسطین ریاست قائم کرنے کے لیے معاہدے ہوئے اور پی ایل او نے پرامن طریقے کو
 اپنانے کا عہد کیا فلسطینی اور عرب ۱۹۶۷ء سے ما قبل ۴۴ فیصد فلسطین کی زمین کا دعویٰ بھی
 چھوڑ چکے تھے۔ غزہ پٹی اور ویسٹ بینک کے علاقوں پر انہوں نے قناعت کر لی لیکن اسرائیل
 نے اپنے سابق حکمرانوں کے معاہدوں کو بھی تسلیم نہیں کیا اور علی الاعلان اریل شارون نے
 پہلے اور نتن یاہونے اس کے بعد بتا دیا کہ وہ فلسطینیوں کے ساتھ کسی معاہدے کو تسلیم نہیں
 کرتے۔

فلسطین اتھارٹی کے چیرمین پہلے یا سر عرفات بنے انھیں بے بس بنا دیا گیا اور زہر
 دے کر انھیں بڑی بے رحمی سے مار دیا گیا۔ بیس سالوں سے یہ تماشہ جاری ہے دنیا نے
 فلسطینیوں کے ہاتھ پاؤں باندھ کر یہودی بھیڑیے کے سامنے ڈال دیا ہے۔ نہ وہ اپنے
 حقوق کی بازیابی کے لیے لڑ سکتے ہیں۔ نہ پرامن طریقہ جسے اپنایا گیا ان کے کسی درد کا مداوا
 بن سکا۔ فلسطین اتھارٹی خاموش تماشائی بنی ہوئی ہے اور غزہ پٹی پر حماس کی اسرائیل کے
 ساتھ مقاومت جاری ہے دیکھئے کب تک دنیا کے ظالموں کا یہ ڈراما چلتا رہے گا۔

بیسویں صدی میں فلسطین عربوں کے ساتھ صہیونی اور صلیبی استعمار یوں نے وہی سلوک کیا ہے جو وہ آسٹریلیا ساؤتھ اور نارٹھ امریکہ کے اصل باشندوں ریڈانڈین اور ابروجنی کے ساتھ کیا ہے جس طرح ظلم و جبر فریب اور دھوکہ کے ساتھ ان کی نسل ہی ختم کر دی گئی اور ان کی زمینیں ہتھیالی گئیں۔ وہی پورا عمل فلسطین میں دہرایا گیا۔

یہ ظلم و زیادتی، یہ سوسالوں سے فلسطینیوں کی جلا وطنی بے گھری اور ناحق ان کی خون ریزی اور ان کے اجتماعی بے عزتی نسل کشی آخر کیوں؟ کیا اس کائنات ارضی میں اندھیر نگری ہے کہ جو جس کو چاہے اجاڑے اور دوسروں کو چین سکون اور عزت سے جینے نہ دے ظاہر ہے ایسا نہیں ہے سارا نظام اللہ تعالیٰ چلاتا ہے۔ انسان جب اصولوں کے مطابق زندگی گذارتا ہے اللہ تعالیٰ کے مہیا کردہ اسباب حیات کو صحیح طور پر استعمال کرتا ہے عدل و انصاف قائم رکھتا ہے باہم مل جل کر سماجی اور اجتماعی زندگی گذارتا ہے اپنی ساری عملی و فکری قوتوں اور صلاحیتوں کو بجا طور پر استعمال کرتا ہے تو اسے کامیابی ملتی ہے۔ لیکن جو ان تمام حقائق کو نظر انداز کر دیتے ہیں اور سلطیات کو زندگی میں داخل کر لیتے ہیں وہ اس دنیا میں پس کر رہ جاتے ہیں۔ فلسطینیوں کے ساتھ ایک سوسال سے زیادہ اپنوں اور غیروں کی ہزار ہا خیاںتیں اور غداریاں۔ خود ان کے اندر بھانت بھانت کے افکار و خیالات کے حاملین نے بھی انہوں نے اپنی راہ گم کر دی اور تارکیوں میں بھٹکتے رہے۔ اپنوں اور غیروں نے فلسطینیوں کو بے وطن مجبور اور بے کس بنانے میں بھرپور کردار ادا کیا۔ مختلف مراحل میں ان کے لئے مشکلات بڑھتی گئیں۔ ۱۹۱۴ میں جب ترک قوم پرستوں نے فلسطین کی زمین بیچنے پر عائد پابندی اٹھادی اور صلیب و صہیون کے دباؤ میں فلسطین کی زمینوں کو نیلام کا بازار بنا دیا۔ اس وقت فلسطینی مجبور و بے کس ہو گئے اور ان کے پیروں تلے زمین کھسکنے لگی۔ ۱۹۱۷ میں جب فلسطین پر برطانیہ کے صلیبی استعمار کا انتداب قائم ہوا اس وقت فلسطین ضائع ہونے لگے پھر ۱۹۲۰ میں جب فلسطین میں یہودی ایجنسی قائم ہو گئی ان کی بے وطنی کا سامان ہونے لگا۔ اور جب ۱۹۴۸ میں استعمار یوں نے مسلمانوں اور کمزوروں کے خلاف سازش اور جاسوسی کی

اور عالمی ادارے اقوام متحدہ میں کفن چور ملکوں نے فلسطین کو اسرائیل اور فلسطین دو ملکوں میں تقسیم کر دیا۔ اسرائیل کے نام سے یہودیوں کی ریاست بن گئی اور کٹا پٹا فلسطین فلسطینی عربوں کو دیا گیا۔ ۵۶ فیصد زمین اسرائیل کے لیے الاٹ ہوئی اور ۴۴ فیصد فلسطین کے لئے۔ لیکن یہودیوں نے جبراً ۷۷ فیصد زمین عربوں سے چھین لی پھر ۱۹۶۷ء میں سب کچھ چلا گیا۔ شروع سے اب تک فلسطینیوں کی مقاومت جاری تھی لیکن ۱۹۹۳ء میں جب یہود اور اسرائیل درمیان مذاکرات شروع ہوئے تو نتیجہ جنوری ۲۰۰۱ء میں طابا میں یہاں تک پہنچا۔

۱۔ فلسطین اتھارٹی کو ویسٹ بینک رقبے کا ۹۴ تا ۹۶ فیصد حصہ ملے گا۔ جس پر فلسطین ریاست قائم ہوگی۔

۲۔ اس رقبے کا ۵ فیصد حصہ اسرائیل کے ہاتھ میں رہے گا جس میں تین گروپ میں یہودی بستیاں بسائی جائیں گی جو فلسطینی خطے میں ۸۰ فیصد یہودی بستیاں ہوں گی۔

۳۔ مدینہ القدس کا علاقہ جس پر یہود کا قبضہ ہے وہ یہود کے پاس رہے گا اور جس پر فلسطینی عربوں کا قبضہ ہے وہ ان کے پاس رہے گا پھر پانچ سال کے لیے اسرائیل اور فلسطین کا مشترکہ ادارہ قائم ہوگا جو مقامات مقدمہ کی نگرانی کرے گا پھر دونوں فریق طے کریں گے کہ مدینہ القدس پر کس کی سیادت قائم ہوگی۔

۴۔ اسرائیلی فورس ایمر جنسی کے حالات میں فلسطینی خٹوں کا کنٹرول کرے گی اور چھ سالوں تک اردن کے نشیبی علاقے میں اسرائیلی حفاظتی دستے کی تعیناتی بطور انتہائی مرحلے کے رہے گی۔

۵۔ ایک ادارہ کا قیام جس کا کام ہوگا پناہ گزیر فلسطینیوں کی فلسطینی ریاست میں باز آباد کاری اور نقب میں حالو سیتا کے علاقے میں ان کے لئے ایک نیا شہر آباد کیا جائے گا اس کے آباد کرنے میں اسرائیل مدد کرے گا اس طرح ایک سسٹم قائم کیا جائے گا تاکہ پناہ گزینوں کو تازہ اور ان دیا جاسکے۔

بعد میں اس معاہدے کو یہود براق اور اریل شارون نے مسترد کر دیا اگر ان کا نفاذ بھی ہو جاتا ہے تب بھی اس کا مطلب تھا۔

۱۔ ۱۹۶۷ء سے قبل فلسطین کی غصب کردہ زمین پر صہیونی حکومت کی مکمل سیادت کا اعتراف۔

۲۔ ۱۹۶۷ء کے بعد فلسطین کی زمین اسرائیل کے قبضے کا ہمیشہ کے لیے اعتراف اور تہجیت۔

۳۔ ملک کے اندر اور باہر فلسطینیوں کے حقوق کی پامالی۔

یہودی براق نے کیپ ڈیوڈ ثانی کے سارے مباحثات اور طاہا (سینا مصر) کے سارے مباحثات اور بل کلنٹن کے مشروعات اور معاہدوں کو رد کر دیا اور اریل شارون نے اس سے بڑھ کر اپنی اسٹراٹجی یہ بنائی۔

ایسٹ بینک عظیم اسرائیل کا اٹوٹ حصہ ہے۔ (۲) شرق اردن اسرائیلی کا تاریخی جز ہے (۳) عظیم اسرائیل کا رقبہ نیل سے فرات تک ہے (۴) دنیا کے سارے یہودی عظیم اسرائیل میں جمع کئے جائیں گے (۵) پناہ گزیں فلسطینیوں کے لئے اب فلسطین میں لوٹنے کے لئے کوئی گنجائش نہیں ہے (۶) ویسٹ بینک میں ۲۰ لاکھ سے زیادہ یہودیوں کے لئے بستیاں بسائی جائیں گی (۷) قدس ہمیشہ کے لئے اسرائیل کا دارالسلطنت رہے گا اور مسجد اقصیٰ کو گرا کر اس کی جگہ ہیکل سلیمانی کی تعمیر ہوگی۔

اسرائیل میں چاہے لیبر پارٹی کی حکومت رہی چاہے لیکوڈ کی چاہے قومی تحالف کی سب کا رویہ فلسطینیوں کے حق نہایت ظالمانہ رہا۔ بن غوریون گولڈراما اثر مناجیم بیگن۔ یہود براق نتن یاہ اور اریل شارون ہر ایک نے فلسطین کو تباہ کر دینے کی پالیسی اپنائی۔ لیبر پارٹی کے وزیر اعظم نے فلسطینیوں کے ساتھ تھوڑی سی نرمی دکھائی تھی اور مسالحت کا رویہ اپنایا تھا لیکن ان کا قتل ہو گیا۔

☆ مرحلہ وار فلسطین کا ضیاع

شروع سے اب تک فلسطین کے ضائع ہونے کی کہانی کچھ اس طرح ہے۔
۱۔ فلسطین کے تقسیم کرنے کی قرارداد اقوام متحدہ میں پاس ہوئی اسے فلسطینیوں نے نہیں مانا۔ پھر تمام پاس کردہ بین الاقوامی قراردادوں کو مان لیا گیا۔

۲۔ اسرائیل کو یہودی ریاست کی حیثیت سے تسلیم کرنے کا مطالبہ ہوا۔ اسے رد کر دیا گیا پھر اسے تسلیم کیا گیا اور ان کے ساتھ پر امن طور پر رہنے کے لئے مان لیا گیا۔

۳۔ فلسطین کو آزاد کرنے کی بات طے تھی اور دریا سے سمندر تک پورے خطے کی آزادی کی بات تھی پھر ساڑھے ستھتر فیصد علاقے سے تنازل اختیار کر لیا گیا اور باقی ساڑھے بائیس فیصد علاقے پر گفتگو اور مذاکرات کے لیے نشستیں ہوئیں۔

۴۔ اسرائیل کے ساتھ مذاکرات کا سوال ہی نہیں تھا۔ فلسطین کی آزادی کا واحد راستہ مسلح مقابلہ اور جنگ طے تھی۔ پھر یہ مان لیا گیا کہ ۱۹۷۳ء کتوبر کی جنگ آخری جنگ ہے اور مسئلے کا حل محض مذاکرات ہیں۔

۵۔ اسرائیل سے تعلقات کے متعلق یہ طے تھا کہ عربوں کا تعلق اسرائیل سے نہیں ہو سکتا صرف اس کا بائیکاٹ۔ پھر عیاں و نہاں اس سے تعلق قائم کرنے کے لیے مسابقت۔

۶۔ فلسطینی پناہ گزینوں کے متعلق یہ طے تھا کہ سب کو اپنے گھر اور وطن لوٹنا ہے پھر یہ تجاویز آئیں کہ فلسطینیوں کو فلسطین سے باہر آباد کر دیا جائے یا کچھ کو فلسطین واپس آنے دیا جائے اور کچھ کو تاروان ادا کر دیا جائے۔

۷۔ مدینہ القدس کے متعلق طے تھا کہ یہی فلسطین کی دارالسلطنت رہے گا اور اس کا بڑا رہ نہیں ہوگا۔ پھر قدس کے مغربی حصے سے تنازل اختیار کر لیا گیا اور مشرقی حصے کے متعلق مذاکرات کرنے کی بات مان لی گئی۔

فلسطین اور فلسطینیوں کے ضیاع اور اراض فلسطین اور فلسطینیوں کے قضیے سے تنازل اور تنازل کی یہ کہانی ہے۔ تنازل عرب ملکوں نے بھی کیا اور پی ایل او نے بھی کیا۔

☆ فلسطینی مقاوت اور دھوکے ہی دھوکے

انھیں ترک قوم پرستوں نے دھوکہ دیا۔ عرب قوم پرستوں نے دھوکہ دیا۔ پھر سیکولر پرستوں نے دھوکہ دیا۔ فلسطین کے پڑوس ملکوں نے دھوکہ دیا۔ خود فلسطینی یہودی عیسائی ان کے لیے دھوکے باز نکلے۔ فلسطین کمیونسٹوں ابا حیت پسندوں سیکولر پرستوں نے انھیں دھوکہ دیا۔ برطانیہ فرانس امریکہ روس نے انھیں دھوکہ دیا اقوام متحدہ اور اس کی سیکورٹی کاؤنسل انھیں دھوکہ دیا۔ فلسطینی دنیا کے سب سے زیادہ مظلوم لوگ ہیں۔

جب یہود کا خطرہ بڑھا ۱۸۹۷ میں فلسطین میں ان کی ریاست قائم ہونے کا فیصلہ ہوا۔ اس وقت سے عثمانی سلطنت پر دباؤ بننے لگا کہ وہاں یہودیوں کو پنی بستیاں بسانے کی آزادی ملنی چاہیے۔ یہ بستیاں بسانے کے ساتھ ان کی حفاظت کے لیے عسکریت کا پورا انتظام کرتے تھے ان کا حربی مدار بڑھتا گیا فلسطینیوں کو ان کی یہ عسکری تیاری دیکھ کر تشویش ہو رہی تھی وہ یہودیوں کی عسکریت کا جواب دینے کی کوشش کرتے تھے لیکن آقاؤں کے کہنے پر لوکل حکومت انھیں اس سے باز رکھتی تھی۔ ان کو اپنے دفاع سے باز رکھنے کی ہمیشہ کوشش کی گئی اور جب بھی انہوں نے یہود سے مقاومت کی کوشش کی اپنوں اور غیروں نے انھیں ناکام بنا دیا۔ جب فلسطین اسلامی کا زہرہا ترکوں اور عربوں نے اسے قومی نظر سے دیکھا۔ پھر یہودی ریاست کے قیام کے بعد اسے سیکولر نظر سے دیکھا جانے لگا، سرمایہ دارانہ اور کمیونسٹ اور الحادی نقطہ نظر سے دیکھا گیا یا مغربی آقاؤں کے حکم پر ان کے پیروں پر بیڑیاں لگ گئیں۔ جب بھی نہتے فلسطینیوں نے یہودیوں کے سامنے مقاومت کی ٹھانی اور اس کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے انھیں روک دیا گیا ۱۹۰۹ میں انھیں اس سے روکا گیا ۱۹۱۳ میں ۱۹۱۹ میں پھر ۱۹۲۹ میں دیوار گریاں کی یہودی مکاری پر یہودیوں کے خلاف شورش ہوئی۔ ۱۹۳۰ میں شیخ عزالدین قسام نے یہودیوں کے خلاف اپنی فوج تیار کی اور یافا پر قبضہ کر کے یہودیوں کو فلسطین سے نکال دینے کا منصوبہ بنایا لیکن برطانوی استعمار نے ان کے اس مقدس عمل کو ناکام بنا دیا۔

۱۹۴۸ میں جب فلسطین کو دو ٹکڑے کر دیا گیا اور یہودی ریاست اسرائیل کا ناپاک

وجود عمل میں آیا۔ اس نے اقوام متحدہ کے کفن چوروں کے غاصبانہ فیصلے ۵۶ فیصد ساڑھے اکیس فیصد ۷۷ سے زیادہ فلسطین کی زمین ہتھیالی اس وقت فلسطینیوں کے سوادینی جماعتیں خاص کر (الاخوان المسلمون) نے اسرائیل پر دھاوا بول دیا اور قریب تھا اسرائیل کا وجود مٹ جائے لیکن جمال عبدالناصر نے انہیں روک دیا اسے کہاں سے یہ حکم ملا ظاہر ہے مغربی آقاؤں نے ایسا کرنے کو کہا نتیجہ جیتی جنگ فلسطینی ہار گئے۔ یہی نہیں فلسطین کے رہنماؤں کو بے دین حکمرانوں نے رسوا کیا اور انہیں قوم کی نگاہ میں ناقابل اعتبار بنا دیا۔ مفتی اعظم فلسطین شیخ محمد امین حسینی کے ساتھ یہی ہوا۔ اسرائیل کے قیام کے بعد اب فلسطینیوں کے لیے ناممکن ہو گیا کہ یہودی ریاست کا مقابلہ کر سکیں۔ اب یہودی فلسطین پر حکمراں ہی نہ تھے بلکہ سارا عالم غرب اور دنیا کے ساری یہودی اور ان کی دولت عیاری تعلیمی لیاقت اور صنعتی مہارت ان کے ساتھ تھی اور حکومت قائم ہو جانے کے بعد ان کے لئے بہت آسان ہو گیا کہ یہودی ریاست کے ساتھ ہر طرح کا تعاون کریں۔

فلسطین دھوکے کھاتے رہے پھر بھی اپنی شناخت کے ساتھ مورچے پڑٹے رہے انہوں نے یہودی ریاست کے قیام کے بعد اب تک یہودیوں سے مسلسل جنگیں لڑی ہیں ۱۹۵۶ میں انہوں نے اسرائیل سے مسلح جنگ لڑیں۔ لیکن ناکام رہے۔ ۱۹۶۷ میں اسرائیل سے جنگ ہوئی اور سات عرب ممالک نے اس میں حصہ لیا اور اسرائیل سے بیس گنا زیادہ عرب فوجیں اس میں شریک ہوئیں لیکن انہیں باہمی غداروں اور نفاق کے سبب رسوا کن شکست ہوئی اور اسرائیل نے فلسطینیوں کے باقی بچے ساڑھے بائیس فیصد قریباً ۵۵ ہزار مربع کلومیٹر کے رقبے کو بھی چھین لیا اور فلسطین بے زمین ہو گئے اور عملاً اب تک ان کے پاس کچھ زمین نہیں ہے کمپ ڈیوڈ اور طابا کے مباحثات اور معاہدے کے بعد وہ فلسطین پر دعوی داری سے بھی دست ہو چکے ہیں اور اسرائیل ان معاہدوں کو رد بھی کر چکا ہے اس کے سوا اسرائیل نے مصر کے علاقے سینائی پر قبضہ کر لیا۔ نرسویز اس کے کنٹرول میں چلا گیا۔ شام کے لئے علاقے گولان ہارٹ اور دیگر علاقے پر اس کا قبضہ ہو گیا اردن کے علاقے پر اس کا

قبضہ ہو گیا۔ یعنی اسرائیل اقوام متحدہ کے فیصلے کے مطابق فلسطین میں قریباً ۱۲ ہزار مربع کلو میٹر کا حق دار تھا اور اس نے عربوں سے اس سے ۸ گنا زیادہ زمین پر قبضہ جما کر بیٹھ گیا۔

اکتوبر ۱۹۴۷ء میں رمضان کے مہینے میں مصر نے پوری تیاری کے ساتھ اسرائیل کے ساتھ جنگ لڑی اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مصر کے سارے مقبوضات اسے واپس مل گئے اور اسرائیل کو اندازہ ہو گیا کہ وہ خطے میں مطلق العنان ریاست بن کر نہیں رہ سکتا۔ بہر حال مناجم بیگن کے زمانے میں انور السادات نے اسرائیل سے ۱۹۷۷ء میں صلح کر لی اور اس کے ساتھ سفارتی تعلقات بھی قائم کر لیے۔ اس پر عربوں میں بڑا اغیض و غضب رہا اور مصر کا بائیکاٹ بھی ہوا لیکن یہ اپنی جگہ طے ہے کہ پوری پون صدی میں یہودیوں کے لیے سب سے بڑا دھماکہ ۱۹۷۳ء کی جنگ تھی۔ اس جنگ کے بعد یہودی ریاست کے ہوش ٹھکانے آ گئے۔ اس جنگ سے فلسطینیوں کی مورال بوسٹنگ ہوئی اور ان کو حوصلہ ملا۔

☆ پی ایل او

۱۹۶۴ء میں عرب لیگ کی قاہرہ میں میٹنگ ہوئی اور ناصر کے اشارے پر یہ طے پایا کہ فلسطینیوں کے مختلف گروپوں کی ایک سیکولر تنظیم بنائی جائے جو فلسطین ریاست کے قیام کے لیے جدوجہد کرے۔ اس فیصلے کے بعد ۲ جون ۱۹۶۴ء میں پی ایل او کا قیام عمل میں آیا آٹھ دس کمیونسٹوں قوم پرستوں اور سیکولر تنظیموں کو اس سے جوڑ دیا گیا جس میں یاسر عرفات کی تنظیم الفتح کا سب سے زیادہ اہم رول تھا۔ اس کا مرکز ویسٹ بینک رام اللہ شہر بنا۔ اسے فلسطین قوم کی نمائندہ تنظیم کے طور پر سو سے زیادہ ملکوں نے تسلیم کر لیا۔ جن سے اس کے ڈپلومیٹک تعلقات بھی قائم رہے۔ بطور مشاہدہ اسے اقوام متحدہ کی بھی ممبر شپ حاصل تھی۔ اس کا مقصد تھا آزاد فلسطینی ریاست کا قیام اور مسلح جدوجہد کے ذریعہ ارض فلسطین کی دوبارہ واپسی۔ اور اسرائیل کی یہودی ریاست کو تسلیم نہ کرنا۔ ۱۹۶۷ء میں جب اسرائیل نے پورے فلسطینیوں اور اردن کے حکمرانوں کو فلسطین سے جلا وطن کر دیا۔ ۱۹۶۷ء سے ۱۹۷۱ء تک پی ایل او کا مرکز اردن میں قائم ہوا۔ بلیک ستمبر میں فلسطینیوں اور اردن کے حکمرانوں کے

درمیان ٹکراؤ ہو گیا جس میں ۲۹ ہزار فلسطینی مارے گئے اور پی ایل او کو ملک بدر کر دیا گیا پھر پی ایل او کا دفتر لبنان میں قائم ہوا ۱۹۷۱ء سے ۱۹۸۲ء تک پی ایل او کا مرکز لبنان میں قائم ہوا۔ پھر ان کے اور پر شیعہ جتھا الامل عیسائی ملیشیا اور اسرائیل نے فلسطینیوں پر مشترکہ حملہ کیا اور ان کو تباہ کیا گیا صابرا و شاتیلا کے فلسطینی پناہ گزینوں کے کیمپ میں تباہی مچی۔ آخر پی ایل او کو تونس جانا پڑا جہاں اس کا ہیڈ کوارٹر ۱۹۸۲ء سے ۱۹۹۴ء تک قائم رہا۔

پی ایل او کی ایک قومی مجلس عاملہ تھی جو سارے فیصلے کرتی تھی اور پی ایل او کی مسلح جدوجہد ۱۹۹۳ء تک جاری رہی۔ اس نے تیس سالہ جدوجہد میں بہت کچھ کھویا اور بہت کچھ حاصل کیا اور ساری دنیا میں اور بین الاقوامی بین براعظم اور علاقائی اسٹیجوں پر خود کو منوایا اور اس کی سیاسی حیثیت تسلیم کر لی گئی اور فلسطین کا قضیہ تسلیم کر لیا گیا۔ جب ساری دنیا انھیں رخص کرنے پر تلی ہوئی تھی اور انھیں تاریخ کے ظلمت کدے میں نسیا منسیا بنا دینے اور یہود کو مکمل راحت پہنچانے پر تیار تھی پی ایل او کی جدوجہد رنگ لائی۔ یا سر عرفات دنیا کے مظلومین اور استعماری طاقتوں کے تلے دبی کچلی قوموں کے ہیرو بنے ہوئے تھے بے شک انھیں اس کی بھاری قیمت چکانی پڑی اپنے وطن رام اللہ شہر میں ۱۹۶۷ء میں اپنے مرکز سے انھیں اجاڑا گیا اردن میں انھیں اجاڑا گیا لبنان میں انھیں اجاڑا گیا لیکن ان کی مقاومت کم نہ ہوئی تل العزہ بہادری کی انہوں نے تاریخ رقم کی۔ اور بہت سے مواقع پر وہ مقاومت سے ہٹے نہیں۔ انہوں نے اسرائیل کی شکل میں عالمی صیہونیت اور عالمی صلیبیت کا تہما مقابلہ کیا پی ایل او ایک آزاد ادارہ تھا اور فلسطینی خود اسے چلانے والے تھے وہ کسی ملک کے زیر اثر نہ تھے۔

☆ انتفاضہ

ان کا سب سے بڑا کارنامہ انتفاضہ تھا۔ پی ایل او ملک سے باہر اسرائیل سے مسلح جنگ لڑتی تھی۔ لیکن ۱۹۸۲ء میں جب انھیں شیعہ عیسائی اور یہودی تینوں نے مل کر اجاڑ دیا تو انہوں نے باہر سے جنگ لڑنے کے بجائے اندر سے جنگ لڑنے کا پلان بنایا اور ابو ماذن حالیہ فلسطین اتھارٹی کے صدر اور یا سر عرفات کے جانشین محمود عباس نے ۱۹۸۷ء میں اس

جنگ کی قیادت کی اور یہ جنگ تقریباً ۶ سالوں تک چلی۔ یہ ایسی جنگ تھی کہ دنیا نے اس سے قبل ایسی جنگ دیکھی ہی نہ تھی۔ میزائل کے مقابلے میں سنگ اندازی اور کلون اندازی اور بزمِ خویش دنیا کی سب سے بہتر تربیت یافتہ اسرائیلی فوج کے مقابلے میں گلی ڈنڈا کھیلنے کی عمر کے بہادر بچے اور لڑکے۔ اس جنگ نے اسرائیل اور اسرائیلی فوج کا کس بل نکال کر رکھ دیا۔ اسرائیلی فوج پاگلوں کی طرح بچوں کے پیچھے دوڑتی تھی۔ ساری دنیا کے لئے یہودی تماشا بن گئے ان کا مورال گرنے لگا فوج پاگل ہونے لگی اس کے فوجی نفسیاتی مرض کا شکار بننے لگے۔ ساری دنیا میں اسرائیل کی جگہ ہنسائی ہونے لگی۔ اس کی معیشت روبہ زوال ہو گئی۔ ملک میں سیاسی عدم استحکام شروع ہو گیا یورپ اور امریکہ کے سے آئے ہوئے مہاجر یہودی اسرائیل چھوڑ کر بھاگنے لگے دنیا بھر میں فلسطینیوں کے لیے ہمدردی جاگ اٹھی میڈیا ان کے حق میں جانے بولنے اور لکھنے لگا۔ تجزیہ نگار انسانیت دوست سمجھ دار معاملہ فہم لوگ ساری دنیا میں ان کے حمایتی بن گئے۔ صورت حال صہیونی اور صلیبی استعمار پسند خون خوار سیاست دانوں کے لیے پریشان کن تھی ظاہر ہے ان بچوں پر جو سنگ باری کرتے تھے بمباری نہیں ہو سکتی تھی۔ ان کے پیچھے اسرائیلی فوج گلی کوچوں میں پاگلوں کی طرح بھاگ رہی تھی۔ یہ جنگ فلسطینیوں کے لیے کم خرچ بالائین تھی۔ پورے ۶ سال سنگ و خشت باری کی جنگ چلی۔ ظاہر ہے اس کی قیمت فلسطینیوں کو چکانی پڑی۔ بہت سی گرفتاریاں ہوئیں بچے اور جوان مارے بھی گئے لیکن دس سالوں میں ایک ہزار بھی نہیں مارے گئے اس لیے یہ جنگ کم خرچ اور زیادہ موثر رہی۔

(۱) انتفاضہ ایک ایسی مقاومت تھی جس نے یہودی اسرائیلی پروپیگنڈے کی قلعی کھول دی۔ اس غاصب دشمن نے صہیونی اور صلیبی پروپیگنڈے سے دنیا کے ظالموں کو یہ باور کرکھا تھا کہ فلسطینی جارح ہیں ظالم ہیں اور یہودی مظلوم ہیں۔

(۲) سارے عالم میں دولت اسرائیل کی غاصبانہ حیثیت لوگوں نے جانا اور یہودیوں

پر لعنت ملامت بھیجنے لگے۔

(۳) دنیا میں پبلک کی ہمدردیاں فلسطینیوں کے تئیں جاگ گئیں اور لوگ یہودیوں پر بریت سے آگاہ ہو گئے۔

(۴) فلسطینی عام پبلک بسالت شجاعت سے بھر گئی اور غاصب یہودی ریاست کے ساتھ مقاومت کے لیے سرشار ہو گئی اور دنیا کی مانی ہوئی فوج کو شکست فاش دیدیا اور اس کے مورال کے پر نچے اڑا دیئے۔ اور حکومت اسرائیل سرگرداں اور حیران ہو گئی۔ اس کی معیشت تباہ ہو گئی منفی مہاجر ت کا اسرائیل سے سلسلہ شروع ہو گیا۔ اسرائیل کا شیطانی دماغ تھک گیا اسے کچھ سوچھائی نہ دیتا تھا۔ آخر سازشی اٹھے اور پہلے بیک ٹریک ڈپلومیسی چلی اور کامیاب رہی اور پھر یاسر عرفات کی ٹیم یہودی زعماء اور نمائندوں کے ساتھ میدان کی جیتی ہوئی جنگ ہار گئی اور سب کچھ حاصل کر کے یاسر عرفات صلیبی صہیونی اور عربی دباؤ کے تحت سب کچھ گنوا بیٹھے اور یہیں پی ایل او کا دور ختم ہو گیا۔ ۱۹۹۳ میں ڈریڈ میں پی ایل او نے اسرائیلی ریاست کو تسلیم کر لیا اور اسرائیل اور امریکہ نے اسے امن پسندی کی سرٹیفکٹ دیدی۔ اس مصالحت کے بعد پی ایل او کا دفتر تونس سے ویسٹ بینک میں واپس آ گیا اور فلسطین ریاست کے قیام کے لیے آس لگائے ہوئے ہے اور اس کے لیے فلسطین اتھارٹی قائم ہے۔ ۲۰۰۶ میں یاسر عرفات کو زہر پلٹیونیم ۲۲۰ دیدیا اور آہستہ آہستہ وہ ایک ماہ کے اندر فرانس کے ایک اسپتال میں فوت ہو گئے اور اب ان کی جگہ فلسطینی اتھارٹی کے صدر محمود عباس ہیں۔ بیس سال بیت گئے لیکن اب تک فلسطینی ریاست کا کہیں نام و نشان نہیں۔

☆ حماس اور اس کی مقاومت

انتفاضہ کی شکل میں فلسطینیوں نے مقاومت کا جو تجربہ کیا تھا پی ایل او مصالحت کے بعد اس کو بھلا بیٹھی۔ ان کے اس تجربے میں تسلسل قائم نہ رہا۔ اب اس خالص فلسطینی مقاومتی تجربے کو حماس نے اختیار کر لیا۔ اسرائیل کے ساتھ پی ایل او کی مصالحت نے پوری قوم کو مایوس کیا۔ پی ایل او کے ساتھ سارے گردوغبار خس و خاشاک بہ گئے۔ اب میدان کا رزار میں حماس اور ان کے ہم آہنگ لوگ رہ گئے ہیں اور اب پوری قوم پھر مقاومت کے

جذبے سے سرشار ہے اسرائیل فلسطین مصالحت ۱۹۹۴ کے بعد حماس کی سرگرمیوں میں اضافہ ہوا اور خالص دین پسند گروہ ان سے وابستہ ہونے لگان کا بھی یہی طے شدہ مسئلہ ہے کہ فلسطینیوں کو اپنے بل پر یہودی ریاست سے لڑنا چاہیے ان کا بھی یہی نظریہ ہے کہ اگرچہ ابھی اسرائیل سے لڑنے کی طاقت فلسطینیوں میں نہیں ہے لیکن انتفاضہ جیسا مقاومتی عمل ان سے لڑنے سے زائد مفید رہے گا یہی عمل اگر جاری رہے تو اسرائیل کا کس بل نکل جائے گا۔ اور پھر ایک دن تو آنے والا ہے اور طے ہے کہ یہودی ریاست کی اینٹ سے اینٹ بچ جائے گی اور سارے یہودی اپنی مجرمانہ سرگرمیوں کے سبب مارے جائیں گے۔

حماس کی تحریکیت کا ایرانی روافض اور حزب اللہ سے ان کا تال میل ہے انتہائی درجہ علیحدہ ہے یہی اگر ان کے اندر سے دور ہو جائے تو ایک بہترین اور لائق مقاومتی گروہ ہے اور ساتھ ہی فلسطین ریاست کے قیام کے لئے جن اسباب و وسائل اور لیاموں کی ضرورت ہے وہ سب ان کے ذریعے فراہم ہو سکتے ہیں ان کے پاس ایک ریاست کے قائم کرنے اور چلانے کی ساری صلاحیت موجود ہے۔

اسرائیل فلسطینیوں کے سامنے اپنی تمام تر حربی صلاحیتوں اور وسائل کے باوجود خوفناک شے نہیں ہے ان کے کھیلنے والے بچے جب اسے تماشا بنا سکتے ہیں تو پوری قوم کا کیا حال ہوگا۔ پہلے وہ سنگ باری کرتے تھے اب میزائیل کی بارش کرنے کی پوزیشن میں ہیں مقاومت تو جاری رہے گی بس ڈراس کا ہے کہ ان کی مقاومت کے ثمرات چھن نہ جائیں۔ ایران اس وقت شرق اوسط میں سب سے بڑا مونسٹر ہے اور اعداء اسلام یورپ امریکا ریشیا اور چین کا سب سے بڑا ایجنٹ ہے۔ حماس کا اس پر بھروسہ نہایت خطرناک ہے وہ انھیں عین وقت پر امریکا کے حوالے کر سکتا ہے اور دغا دے سکتا ہے اب بھی اس کے اسرائیل سے سفارتی تعلقات ہیں۔ ۱۹۵۰ سے ایران کے اسرائیل سے سفارتی تعلقات ہیں پہلے یہ تعلقات عیاں تھے اب نہاں ہیں بلکہ پہلے سے زیادہ مضبوط اور فعال ہیں۔

اسرائیل ایک ڈرپوک ملک ہے اس کے سامنے بہت بڑی الجھن ہے کہ اگر اسرائیل

کی یہودی ریاست چلی جائے گی تو پھر یہودی یتیم بن جائیں گے اسی لئے وہ ہمیشہ بھرپور تیاری میں رہتا ہے اور اعدائے اسلام اس کا ساتھ دیتے ہیں اور فلسطینیوں کو ہر طرح کمزور کر دیتے ہیں تاکہ اسرائیل کے مد مقابل کھڑا نہ ہو سکیں اور جب بھی کسی طرح اس کے سامنے طاقت کا مظاہرہ ہو جاتا ہے صلح کرنے لگتا ہے جیسے ۳۷ کی جنگ کے بعد مصر سے صلح کی ہے اور اسرائیل سے تین گنا زیادہ زمین چھوڑ دیا جیسے انتفاضہ کے بعد صلح کے لئے بیٹھ گیا۔ حالانکہ اس کے عزائم اب بھی وہی ہیں۔ عظیم اسرائیل نل سے فرات تک یعنی مصر شام لبنان عراق اردن اور سعودی عرب میں مدینہ تک۔

بدلتی ہے جس وقت ظالم کی نیت
نہیں کام آتی دلیل اور حجت

ایک بھیڑیا اور ایک بکری کی کہانی ہے۔ دونوں ایک ندی پر پانی پینے آتے تھے۔ بھیڑیے کی نیت بگڑ گئی بنے بنائے پر امن ماحول کے برخلاف وہ اسے کھانا چاہتا تھا لیکن کیسے کھائے اس کے لئے کوئی بہانہ چاہیے۔ ایک دن بکری دریا پر پانی پینے آئی۔ بھیڑیا بھی آیا دونوں پانی پینے لگے۔ بھیڑیے نے یکا یک بکری سے کہا تو میرا پانی جھوٹا کر رہی ہے بکری نے کہا حضور پانی آپ کی طرف سے بہہ کر آ رہا ہے جھوٹا تو میں آپ کا پی رہی ہوں آپ کا پانی میں کہاں جھوٹا کر سکتی ہوں۔ بھیڑیے نے حیلے کے ترپ کا دوسرا پتہ پھینکا اور کہا بدتمیزی کرتی ہے تجھے اس کی سزا ملنی چاہیے اور پھر اسے چیر پھاڑ کر چٹ کر گیا۔

یہی کل کہانی اسرائیل اور فلسطین کی ہے تین اسرائیلی عورتوں کی اغوا کی کہانی اور اسرائیل کی فلسطینیوں پر یلغار بکری کی بدتمیزی اور بھیڑیے کی چیرہ دستی ہے۔ یہودیوں کی تاریخ میں بھیڑیا تو اول روز سے داخل ہے یعقوب علیہ السلام کے دس بیٹوں نے یوسف علیہ السلام کو بزعم خویش بھیڑیے کے حوالے کر دیا تھا اور اپنے ابا جان سے کہا تھا۔ (اسے بھیڑیے نے کھالیا گوہم سچے ہیں مگر آپ ہم پر یقین نہیں کریں گے) اور دلیل کے طور پر خون آلود افسانوی قمیص بھی پیش کر دی تھی مگر انہوں نے اسے تسلیم کرنے سے انکار کر دیا

اور اسے افسانہ قرار دیا۔ اور ایک بار انھیں بھیڑ یا صفت بتلایا۔

صدیوں کے بھیڑ یا صفت یہودیوں کے اندر ان کی صفت پیک پر پہنچ رہی ہے اور نہتے فلسطینیوں پر ہیلی کوپٹر جہاز اور میزائل کی بمباری اور ٹینک توپ سے ان پر حملے اس کی دلیل ہیں اور بڑھتی صفت اس حد تک مکروہ ہو جائے گی کہ کائنات کا ذرہ ان سے نفرت کرے گا اور اپنی نفرت کے اظہار کے لیے انھیں زبان مل جائے گی پھر دھرتی پر ان کے لیے کوئی جائے پناہ نہیں رہ جائے گی۔

سوسالوں سے مسلسل صہیونیوں کی یلغار اور فلسطینیوں کی مقاومت جاری ہے۔ صہیونیوں کی لگا تار محنت منابر ت، منصوبہ بندی، مالی استحکام، عالمی طاقتوں کی تائید اور معاونت عالمی پیمانے پر یہودی ریاست کے ساتھ یہودیوں کی معاونت اور منافقت نے اسرائیل کو نیوکلیئر پاور کلب میں شامل کر دیا اور اسے ترقی یافتہ ملک بنا دیا۔ اسے دنیا کے طاقت ور ترین ممالک میں شمار کیا جاتا ہے۔

اور بے چارے فلسطینیوں کے ساتھ پہلے ہی دن سے اپنوں ہی کی طرف سے متخاذل غداری دھوکہ اور فریب کا سامنا ہے۔ اپنوں ہی نے انھیں اجاڑا مارا اور تباہ و برباد کیا۔ انھیں فی الواقع یکا وتہا پا کر اسرائیل کی حکومت جس طرح چاہتی ہے مارتی اور تباہ کرتی ہے۔

فلسطین پر اسرائیل کا یہ چوطرفہ اور ہیوی ہتھیاروں سے حملہ اور فلسطینیوں کی مقاومت کا دسواں مرحلہ ہے۔ یہ مرحلہ ۱۹۹۳ء کے بعد ڈرڈ او سلو کمپ ڈیوڈ اور طابا کے امن معاہدوں اور پروگراموں کے بعد شروع ہوا۔ اس مرحلے میں فلسطین اتھارٹی نے تنازلاتی سیاست اور متخاذل پسند رویہ اختیار کیا۔ اس سے سیکولر فلسطینی اتھارٹی اور حماس میں دوریاں بڑھتی گئیں۔ انتفاضہ کے ذریعہ مقاومت کے نویں مرحلے میں فلسطین قضیہ کو سوسال میں پہلی بار سارے عالم نے صحیح طور پر جانا تھا اور اس کی حمایت کی تھی لیکن اعدائے اسلام اور اسرائیل نے فلسطین کی میدان میں جیتی ہوئی جنگ کو بحث و گفتگو کے میز پر لا کر شکست میں بدل دیا اسرائیل کے آقا امریکہ کمپ ڈیوڈ (امریکہ) اور طابا (مصر) میں فلسطین قضیہ

کے مختلف فریقوں کے درمیان مذاکرات مصالحت اور معاہدوں کے نام پر فلسطینیوں کو مایوس اور ناکام بنادیا اور اسرائیل نے ان خسران کے معاہدوں کو بھی ٹھکرادیا پی ایل او بھی ختم ہو چکی تھی۔ اب سچا کیا تھا فلسطین کے پڑوسی عرب ممالک اسرائیل سے مصالحت کر چکے تھے یا مصالحت کے موڈ میں تھے اور اسرائیل اپنے پرانے اڈیل رویے پر قائم تھا۔ اس نے دیکھا جیت اس کی ہے اور فلسطین اتھارٹی اس کے زیر دام آچکی ہے اور فلسطینی عوام کلی طور پر ضائع ہے اور ان کا مسئلہ ختم ہو چکا ہے سو سال کی مقاومتہ تحریک ختم مان لی گئی۔

حماس کے لیے یہ صورت حال ناقابل برداشت تھی۔ اس نے اپنے تعلیمی رفاہی عسکری اور تنظیمی کاموں کی بنیاد پر غزہ پٹی میں کلی طور پر عوام کا دل جیت لیا تھا ویسٹ بینک فلسطینی اتھارٹی کے زیر اثر رہا۔ آہستہ آہستہ دونوں کے درمیان دوریاں بڑھتی گئیں اور عوام پر اپنے اثرات کو برقرار رکھنے کے لئے دونوں کے درمیان کھینچا تانی بھی رہی اور حماس کے اندر مقاومتی جذبہ بھی بڑھتا گیا اور اسرائیل کی ان کے اوپر جارحیت بھی بڑھتی گئی حماس کے مانی شیخ یاسین اور ان کے بعد دوسرے نمبر کے لیڈر رنیشی ماریے گئے اس جارحیت کے سبب حماس کے اندر اسرائیل کے خلاف مقاومت کا جذبہ بڑھتا گیا۔

پھر فلسطین اتھارٹی کا انتخاب عمل میں آیا اور اس کے وزیر اعظم کے طور پر حماس کا آدمی چنا گیا یہ فلسطینی اتھارٹی کے لیے بہت بڑا شاک تھا اس نے بھی فلسطینیوں کے درمیان دوریاں بڑھادیں اور اسرائیل کو آگ بگولہ کر دیا۔

ان تمام صورت حال کا فائدہ شیعہ لابی یعنی ایران حزب اللہ اور سیریا نے اٹھایا انہوں نے حماس کو اڈاپٹ کر لیا، شیعہ لابی کو دکھلانا یہ تھا کہ وہ مسلمانوں کا سب سے بڑا خیر خواہ ہے اور ان کے تمام مسائل سے اسے دلچسپی ہے۔ ایران اسی طرح صورت حال کا استحصال کرتا ہے حماس کو بھی کسی پشت پناہ کی ضرورت تھی انہوں نے آسانی سے اپنے آپ کو ایران کے حوالے کر دیا۔

اس طرح فلسطین کا دسویں مقاومتی مرحلہ رافضیت کے زیر سایہ آ گیا۔ نتیجہ یہ ہے کہ

سبائیت پرست اور یہودی دونوں مل کر فلسطینیوں کو پیٹ رہے اور پٹوار ہے ہیں۔ جب سے حماس نے اسرائیل سے مقاومت کی ٹھانی ہے اور اس نے پی ایل او کی جگہ لے لی ہے کلی طور پر وہ اور اس کی مانند فلسطینی تنظیمیں میدان کار گزار میں ہیں اور فلسطین اتھارٹی مقاومت کا تماشا دیکھتی ہے کچھ کر نہیں سکتی ہے، نہ کچھ کرنا چاہتی ہے، اس لئے حماس کے خطے میں غزہ پٹی ہی میں لڑائی ہوتی ہے۔

خود فلسطینی اتھارٹی اور حماس غزہ پٹی کے درمیان جنگ ہو چکی ہے دوریاں کافی بڑھ چکی تھیں جن کا نمٹارہ سعودی فرماں روانے کیا تھا اور دونوں فریقین کو سعودی عرب بلا کر صلح کرادی تھی۔

☆ ایران کا اثر حماس پر

غزہ پٹی اور حماس کل فلسطین فلسطینیوں اور مجبور و مقہور فلسطین اتھارٹی کا ایک چھوٹا سا حصہ ہے اسرائیل اور پی ایل او کے درمیان مسالمت کے بعد اسرائیل سے مقاومت کی راہ پر ہے المیہ یہی ہے کہ دنیا میں تسلیم شدہ فلسطینی اتھارٹی اسرائیل کے ساتھ کڑجال مصالحت میں بندھی ہے اور پڑوسی عرب ممالک اسرائیل سے صلح کر چکے ہیں اور اس سے لڑنے کے لیے حماس یا الجہاد الاسلامی ہیں: تماشا دیکھئے فلسطین کا ز سے متعلق خود فلسطینی اکثریت اور پڑوسی عرب ممالک کلی طور پر متخاذ لانا نہ مسالمت سے وابستہ ہو چکے ہیں۔ اس کلی خاموشی کو یا سکوت مرگ کو دیکھئے اور دوسری طرف حماس اور اس کے آقا ایران و حزب اللہ اور شام کو دیکھئے وہ زیادہ سے زیادہ حماس کو بھڑکاتے ہیں اور اسے لکڑی کی تلوار دے کر اسرائیل سے لڑاتے ہیں اور سارے عالم میں مسلمانوں کی حمایت بڑرتے ہیں اور ایران کے دوست اسرائیل کو موقع ملتا ہے کہ غزہ پٹی کو تباہ و برباد کر دے اور اس خطے کے فلسطینیوں کی نسل کشی کرے۔

اسرائیل تو بدنیت تھا ہی اور خوگر ظلم و ستم بھی۔ اس خو کو کر ایران نے کر بلا نیم چڑھا بنا دیا فلسطینیوں کی طرف سے کلوج نما میزائل اسرائیل پر گرتے ہیں جن سے نہ سر پھوٹتا ہے نہ

پر نالہ ٹوٹتا ہے اور اس کے جواب میں ان کے اوپر کارپریٹ بمباری ہو جاتی ہے اور بے شمار لوگ ہلاک ہو جاتے ہیں اور ان گنت گھرتباہ ہو جاتے ہیں۔

جب سے حماس کا ایران سے تائید یافتہ اسرائیل سے مقاومت کا مرحلہ شروع ہوا ہے ایک طرفہ طور پر غزہ کے فلسطینی مارے جاتے ہیں اور ساری دنیا تماشائی بنی دیکھتی رہتی ہے۔ حماس کے رویے سے عرب کے لوگ کچھ خوش نہیں ہیں اور کیسے خوش رہ سکتے ہیں یہ روافض کی گود میں کچھ اس طرح جا بیٹھے ہیں کہ دوسرے خوش ہوں یا ناخوش۔ یہ روافض کو ضرور خوش رکھیں گے مثال کے طور پر جب شام میں ۸ فیصد نصیری روافض سے ۸۰ فیصد اہل سنت نے ۲۰۱۱ء میں آزادی کی جدوجہد شروع تو حماس اردن کے اخوانی، شام کے اخوانی اور مصر کے اخوانی بشار اسد کی حمایت میں آگئے اور اس کے ساتھ جا کھڑے ہوئے۔ برصغیر کے تحریکی جو عموماً خود کو دین و امت کا ٹھیکیدار سمجھتے ہیں اور سب سے زیادہ بے شعوری کا ثبوت دیتے ہیں۔ انھیں اس کی خبر ہے کہ نہیں بہر حال انھیں اس کی خبر ہونی چاہیے تاکہ حزب النور اور سعودی عرب جو ان کی زبان کا چٹخارہ بنے ہوئے ہیں ذرا دوسرا چٹخارہ لے لیں۔

حماس یا اس کے جیسے ایسی غلطی کرنے والوں کے رویے سے پاس پڑوس کے اہل سنت کیسے خوش ہو سکے ہیں۔ اس ماحول میں حماس کو کس طرح لوگوں کی تائید حاصل ہو سکتی ہے۔ حماس کے اس مقاومتی مرحلے میں حماس تنہا پڑ گئی ہے اور یہ جنگ فلسطینیوں کے ایک بہت چھوٹے جتھے کی جنگ بن گئی ہے اور ان کو برغمال بنا کر ایران اینڈ روافض پارٹی اہل سنت کو خاص کر بے وقوف بنا رہی ہے اور فلسطینیوں کو اسرائیل سے مروا کر اپنی اہل سنت دشمنی کا مظاہرہ کر رہی ہے۔

۱۹۸۲ میں لبنان کی الامل رافضی ملیشیا جس کا انکار نیشن حزب اللہ ہے فلسطینیوں کے ساتھ کیا غضب ڈھا چکی ہے رافضی ملیشیا، کرسچین ملیشیا اور اسرائیل نے مل کر فلسطینیوں کو لبنان سے اجاڑا تھا ان کی نسل کشی کی تھی صابرا و شاتیلہ کمپ میں ان پر قہر ٹوٹا، ان کا محاصرہ ہوا، ان کو جان بچانے کے لیے کتوں اور بلیوں اور مردوں کا گوشت کھانے پر مجبور کیا گیا تھا

اور ان کا ہیڈ کوارٹر تباہ کیا گیا تھا پی ایل او کو اپنا ہیڈ کوارٹر تونس میں منتقل کرنا پڑا تھا وہی الال جو فلسطینیوں کی نسل کشی میں بدنام زمانہ ہو چکا تھا حزب اللہ کا نام اختیار کر لیا اور آج وہی حزب اللہ حماس کا ساتھ دینے کی بات کرتی ہے۔

☆ حماس کی بلاوجہ حراست

انسان کا خون کہیں بھی ہے۔ ہر انسان کو اس کے لیے درد ہونا چاہیے اور خاص کر مسلمانوں کا۔ حماس کے ساتھ اور غزہ پٹی کے فلسطینیوں کے ساتھ جو کچھ ہو رہا ہے وہ ہمیت ہے اور انسانیت کا خون چکاں باب ہے۔ کسی طرح بھی یہ روا نہیں کہ کوئی ملک اس طرح نسل کشی کرے حماس کو پتہ ہے کہ اسرائیل دنیا کا بدترین دہشت گرد ملک ہے۔ سارے اسرائیلی حضرت یعقوب علیہ السلام کی زبان میں بھیڑ یا صفت ہیں۔ رحم نام کی کوئی چیز ان کے اندر ہوتی نہیں ہے۔ پھر حماس کو یہ بھی پتہ ہے کہ فلسطینیوں کی کیا پوزیشن ہے۔ انھیں مسالمت کے مکڑ جال میں باندھ دیا گیا ہے وہ ان کا ساتھ نہیں دے سکتے۔ انھیں یہ بھی پتہ ہے کہ ان کے پڑوس ممالک بھی کئی وجوہ سے ان کے ساتھ نہیں ہیں۔ وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ اسرائیل کے ساتھ لڑنے کی ان کے پاس طاقت نہیں ہے۔ ایسی صورت میں اسرائیل سے چیخڑ چھاڑ کر نا اجتماعی خودکشی کے برابر ہے۔ لوگ لاکھ شور شرابہ کریں جب امت مسلمہ کا انجمنچہ بکھرا ہوا ہے تو وہ کیا کر سکتی ہے بس یہی ہو سکتا ہے کہ ایران اور اس کے رافضی عیار ساتھیوں کے فریب میں لوگ آکر اس کی تعریف کریں صہیون اور صلیب کے ساتھ مل کر ان کی غداری کو سراہیں اور مجبوروں کو گالی دیں۔

جس پر بیت رہی ہے ان کے بارے میں کچھ کہنا یہی ہوگا کہ شقات قلبی کا مظاہرہ ہو رہا ہے لیکن اسباب حیات کے استعمال کرنے نہ کرنے ان کے مہیا ہونے یا مہیا نہ ہونے کا انسان کی کامیابی یا ناکامی پر بڑا فرق پڑتا ہے۔ رافضیوں کے کھلونوں سے ان کو بہل نہیں جانا چاہیے۔ ان کو تلاش ہی رہتی ہے کہ اپنے اثرات بڑھانے کے لیے لوگوں کے لوپ ہول معلوم کریں اور ان کا استحصال کریں بھلا یہ کوئی تک ہے کہ نہ یار نہ مددگار نہ اسلحہ نہ

طاقت اور چند میلوں کے درمیان گھرے ہوئے اور خم ٹھوکئیں زمانہ کے سب سے خونخوار بھیڑیے سے لڑنے کے لئے ۲۰۱۲ میں جنگ ہوئی۔ ۲۰ ارب ڈالر کا غزہ پٹی والوں کا نقصان ہوا سولہ سو مارے گئے ہزاروں زخمی ہوئے ہزار ہا ہزار گھر ڈھادے گئے۔ سارا انفرسٹرکچر تباہ ہو گیا۔ اور سیاسی و حربی طور پر حاصل کچھ نہ ہوا مارے گئے دو تین اسرائیلی۔ دو سال بعد پھر وہی قواعد شروع اور پھر وہی میزائل گرانے کا کھیل اور حماس پر اسرائیل پر حملے کرنے کی قصر ابیض کے قزاقوں کی طرف سے تہمت۔ جب زمانے کا حال معلوم ہے لوگوں کی عیاریاں عیاں ہیں۔ عرب ممالک کی کمزوریاں بھی عیاں ہیں۔ تو پھر لڑنے کا شوق پالا کیوں جائے۔ جان مال اور عزت و آبرو کے تحفظ کی زیادہ فکر کرنی چاہیے۔ یہ بھی معلوم ہے کہ اسرائیل سارے اعدائے اسلام کا چہیتا ہے اس پر کچھ باضمیر انسانوں کے چلانے کا کوئی فرق نہیں پڑتا۔ جب سیکورٹی کا نسل کی پانچ سو سے زیادہ اپنے خلاف قرار دادوں کو وہ رد کر چکا ہے تو پھر کسی کی پروا کر سکتا ہے۔

جب پورا فلسطین قضیہ قومی بن چکا ہے اور فلسطین اتھارٹی اسرائیل کے ساتھ مصالحت کے مکڑ جال میں پھنس چکی ہے تو کون جائے گا اسرائیل سے کہنے آئیل مجھے مار۔ پھر یہ کہ سو سال سے خیانتوں کا ایک سلسلہ ہے۔ جس نے فکر و بصیرت کی ساری صلاحیت عرب رہنماؤں سے چھین لی ہے۔ کس کو پڑی ہے کہ اس قضیے کے متعلق فکر کرے۔ ویسے بھی اسرائیلی مصالحت کے مکڑ جال میں پی ایل او کو فلسطینی اتھارٹی بنا کر عرب اپنے کندھے سے اسرائیل سے مزاحمت کا جواتا رکھے ہیں۔

☆ دور کے تماشائی

دور کے تماشائیوں کو جن کے آنگن خود گندگی سے پٹے ہیں اور جو خود اپنی کمیوں سے زار زار ہیں فیشن کے طور پر انھیں مصر کو اور سعودی عرب کو گالی دینے کا بڑا شوق چراتا ہے۔ سوچنے کی بات ہے مصر نے سینا کا ۶۰ ہزار مربع کلومیٹر کا ایریا ۳۷ میں اسرائیل سے لڑ کر واکرا کر اچکا اور نہر سویز کو اپنی تحویل میں لے لیا۔ اب اس کو کیا دلچسپی ہو سکتی ہے کہ چند

سوکلومیٹر غزہ اسٹریپ کے لیے لڑنے جائے۔ جب مسئلہ محض قومیت کا رہ گیا ہے اور سیکولرزم ہر ملک کی زندگی کا فیکٹ ہے تو کون فلسطین کا قضیہ اپنا اسلامی قضیہ بنائے گا جب فلسطینیوں کی اپنی اتھارٹی کو اس جنگ سے کوئی غرض نہیں ہے تو دوسرے کیا کریں گے۔

ہر ایسے موقع پر سعودی عرب پر اس کے بدخواہ منافق اور کٹر دشمن ضرور کوسیں گے سعودی عرب امریکہ سے ملا ہے فلاں سے ملا ہے وہ کیوں کچھ نہیں کرتا سوال یہ ہے کہ سعودی عرب کیا کرے گا اسے تو اپنے تحفظ کے لالے پڑے ہیں گالی دینے والے سارے اس کی جڑ کھودنے پر تلے ہیں اور پھر اس سے امید کرتے ہیں کہ ان کی توقع کے مطابق اترے جب آپ اس کے لیے کوئی توقع نہ بن سکے تو آپ اس سے کس چیز کی توقع کر سکتے ہیں جب صدام نے سعودی عرب اور کویت پر یلغار کیا تھا اس وقت پی ایل او چیرمین یا سر عرفات صدام کے ساتھ تھے اور اسرائیل بھی صدامی گروپ کا حامی تھا ویسے دیکھا جائے تو اخلاقی طور پر سعودی عرب سے کسی کو کوئی توقع رکھنی ہی نہیں چاہیے یمن سوڈان اردن سب صدام کے ساتھ تھے۔

ایران کی جھوٹی تشہیر نے لوگوں کا دماغ خراب کر رکھا ہے۔ اس نے حماس کو اپنا پالک لے بنا کر فلسطین کا زکے ساتھ خریداری کی ہے اور اس کے سہارے دنیا میں اپنی حیثیت منوانے کی ناروا کوشش کی ہے۔ بلکہ اسے سازش کہیں تو زیادہ بہتر ہے۔

اس وقت عالم اسلام کے اندر شیعہ اور تحریکی حضرات کا باہمی تعاون اور منافقانہ رویہ اہل سنت کے لیے سخت مہلک ہے۔ اللہ تعالیٰ صفوی آندھی سے مسلمانوں کو بچائے۔ آمین
آج مسلمانوں کی صفوں میں زبردست انتشار ہے اور اعداء اسلام کے سامنے خود سپردگی اور اپنوں سے بیزاری اور دوری بہت زیادہ ہے۔ اس لئے منافقوں اور مفاد پرستوں کو صورت حال سے ناجائز فائدہ اٹھانے کا خوب موقع ملتا ہے ایسی حالت میں دشمن دوست اور اپنے پرانے ہو جاتے ہیں۔

اس وقت غزہ پٹی میں حماس کی حماست نے جو رنگ پکڑا ہے وہ بڑی آسانی کے ساتھ

یہ بن گیا ہے کہ صہیون اور سبائیت دونوں مل کر اسے تباہ کر رہے ہیں صہیونی دشمن کی شکل میں اور رافضی دوست کی شکل میں۔

☆ فلسطین کا مسئلہ اسلام اور کفار کے درمیان

مقابلے کا مسئلہ ہے :

فلسطین کا قضیہ ایک سو سال سے زیادہ پرانا قضیہ ہے اور ایسا پریچ بن گیا ہے کہ فلسطین یہودیت عیسائیت اور اسلام کے درمیان جنگ کا مرکز بن گیا ہے فلسطین کا قضیہ حماس اور غزہ پٹی کا مسئلہ نہیں ہے اور ایران اور حماس اس کو حماس اور غزہ پٹی کا مسئلہ بنا کر عربی قومیت سے بھی اسے نیچے لے آئے ہیں جو ان کی بڑی بھول ہے۔ یہ کھلی طور پر اسلام عیسائیت، اور یہودیت کی جنگ ہے یہودی عیسائی اسے عیسائیت اور یہودیت کا مسئلہ اول دن سے بنائے ہوئے ہیں اور مسلمان اسے اسلام کا مسئلہ بنانے کے بجائے پہلے اسے قومیت کا مسئلہ بنا بیٹھے پھر عرب قومیت کا مسئلہ بن گیا ہے پھر اسے فلسطینیوں کا مسئلہ بنا دیا گیا اور اب اسے حماس اور غزہ پٹی کا مسئلہ بنائے ہوئے ہیں۔ جس دن یہ اسلام کا مسئلہ بنے گا اور مسلمان اس کے اہل ہوں گے کہ اسے اسلام کا مسئلہ بنائیں اس دن یہودیوں کو فلسطین میں پناہ کی جگہ نہ ملے گی حجر و شجران کے وجود کو برداشت نہ کر سکیں گے۔

بروقت فلسطینیوں کو مراہط کی حیثیت سے وہاں جمع رہنا چاہیے جہاں وہ جم سکتے ہیں اور یہ دنیا دیکھ رہی ہے کہ یہ بہادر قوم گویا عالم یہودیت اور عیسائیت کے مقابلے میں مورچہ سنبھالے ہوئے ہے کیا یہ درجہ کم ہے شاید دنیا میں اتنی جی دار قوم کوئی نہیں ہے۔ اگر ان کی اسلام سے وابستگی ہے تو مراہطین کا ثواب ان کے لئے ان شاء اللہ طے ہے پھر کسی رافضی کی گود میں بیٹھ کر دین ایمان جان اور مال گنوانے کا کیا تک ہے۔

فلسطینیوں کو اس قدر محصور کر دیا گیا ہے کہ پہلے وہ اردن کے شہری بن کر اور اردن پاسپورٹ لے کر دنیا میں کہیں بھی جاسکتے تھے لیکن فلسطینی اتھارٹی بن جانے کے بعد ان سے یہ سہولت بھی چھین لی گئی ہے اور جب تک فلسطین اسٹیٹ نہیں بن جاتا ہے ان کی چلت

پھرت پر بھی قد غنیں ہیں۔

ان تفصیلات کی روشنی میں اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ کیا حماس کی حماست اور ایران کی اسکاہٹ ایک غیر ضروری عمل ہے اور غزہ پٹی کو ویسٹ بینک سے کٹ کر اور اپنے تئیں فیصلے لینا نہیں مناسب ہے۔ یہ بات بھی اپنی جگہ طے ہے کہ حماس کی تمام تر غیر ضروری حماست کے باوجود فلسطینیوں پر اسرائیل کی یلغار یک طرفہ ہے دنیا دیکھتی ہے کہ فلسطینی اسرائیل کے مقابلے میں نہتے ہیں۔ نہتے لوگوں پر کارپیٹ بمباری کرنا اور انہیں چاروں طرف سے گھیر کر مارنا دنیا کے سارے انسانوں کے لیے شرم و ننگ کا باعث ہے اور اس کی دلیل ہے کہ یورپی استعماریت پسندی اب بھی زندہ ہے جس نے ساؤتھ امریکہ آسٹریلیا اور افریقہ میں انسانوں کو کروڑوں کی تعداد میں جانوروں کی طرح گھیر گھیر کر مارا تھا۔

☆ عام مسلمانوں کا عجیب رجحان

واقعات عالم اور عالم اسلام کے احوال کو دیکھنے کا لوگوں کا عجب انداز ہے۔ نہ اسلامی نقطہ نظر سے آگاہ۔ نہ تاریخ سے باخبر، نہ عالمی اور علاقائی موامرات اور سازشوں سے آگاہی۔ جس کو دیکھو تھوڑا بہت قلم چلانا آیا اور اپنی آوارہ فکری، ذہنی انتشار، اوہام و تعصبات، تحزب پرستی اور باطل پرستی کو حکمت و دانائی کے نام پر اخبار اور فیس بک پر نظر آنے لگا۔ اس دور کی عجیب اباحت پسندی اور مطلق العنانی ہے جس کو دیکھو افلاطون زمانہ بن جاتا ہے۔ نہ نظر نہ بصیرت۔

نہ معلومات، نہ مسائل کو سمجھنے، تجزیہ کرنے اور حل نکالنے کی صلاحیت۔ سیرت نہ کردار، نفس پرستی اور مصلحت و مفاد پرستی اور ذاتی اکتساب میں گم، مگر چونچیں لڑانے اور ٹر ٹر کرنے کا ہر ایک کو شوق ہوتا ہے اور سارے شکم پروروں نفس پرستوں کی تان اس پر ٹوٹی ہے سلاطین عرب یہ کر رہے ہیں، انہوں نے یہ نہیں کیا وہ نہیں کیا اور یہ سب کہنے والے خود عقیدہ و عمل سیرت و کردار میں بے لباس ہیں، اباحت تحریکیت علمانیت دل و دماغ میں گھسی ہے۔ سارے باطل پرست اعداء اسلام دشمنان دین و ملت، بے دین و بے منہج اور مادر پدر آزاد

سب قابل معافی، لیکن تحریکیت اور علمانیت کے ترازو پر امارت و ملوکیت کھری نہیں اترتی ہے اس لیے بس یہی گرفت میں، نفریں کے لائق، مسٹر دمرفوس ملامت زدہ، مذمت کے لائق۔ پیسہ لینا ہو تو سارے بھکاری منافقین ان کے در پر ناک رگڑنے کے لیے پہنچے ہوئے اور ان اوقات کے سوا ان کے لیے ان کی زبان پر گالی کے سوا کچھ نہیں۔ واقعہ یہ ہے اگر خیر ہے تو صرف انھیں کے اندر خواہ کتنا کم ہو یا کیسے بھی ہوں۔ بقیہ کہیں تو خیر دکھلائی ہی نہیں دیتا۔ علمانیت جس ملک میں ہے وہ خرابہ اور ویران، تحریکیت بنائیت اور مودودیت۔ جہاں کلبار ہی ہے وہاں فقط شرفساد اور موامرت ہی موامرت، تشیع کے جنگی ریچھ کی طرح ہر طرف زہریلا جھاگ اڑا رہی ہے۔ شر ہی شر، حیات میں اس امارت و ملوکیت کے افق پر اگر روشنی ٹمٹا رہی ہے تو ساری تحریکی بددماغ اسے بھی بجھا دینا چاہتے ہیں۔

☆ پیچیدہ مسائل امت

مسائل امت امت کے ہاتھ میں رہ کہاں گئے ہیں۔ جب بھی چھوٹا یا بڑا امت کا مسئلہ اٹھایا اٹھتا ہے شرق و غرب کے سارے شیاطین اس میں اپنی ناک گھسیڑتے ہیں اور اسے پیچیدہ بنا دیتے ہیں۔ فلسطین کا مسئلہ ایک سو سال سے زیادہ پرانا ہے اسے پیچیدہ کس نے بنا دیا ترک قوم پرستوں نے عرب قوم پرستوں نے اردن کے ہاشمی گھرانے فیصل، عبداللہ اور حسین نے، عراق سیریا اور مصر نے، ترکی اور ایران نے ترکی اور ایران نے بالکل ابتدا میں اسرائیلی حکومت کو تسلیم کر لیا تھا اور یہودی ریاست سے رافضی اور کمالی حکومت کے بہت گہرے اور دوستانہ تعلقات تھے اور ہیں۔

فلسطینیوں کو تمام ابا حی علمانی شیعہ شیعہ قومی عربی و عجمی عناصر نے کبھی سنبھلتے طاقت ور بننے اور انھیں اپنے پیر پر کھڑا ہونے ہی نہیں دیا۔ سرمایہ دار اور شیعہ کیمپ نے یہودی ریاست کو پالا پوسا اور آگے بڑھایا اور خود فلسطینی کمیونسٹوں قوم پرستوں نے اسرائیل کو تسلیم کر لیا اور یہودی ریاست سے ساز باز کیا اور امریکہ نے اپنے لے پالک کو گود میں پالا اور فلسطینیوں کے ساتھ ہمیشہ غداری کی۔ ۱۹۹۳ کے بعد مکمل طور پر فلسطینیوں کو اسرائیل کے

سپر دکر کے انھیں بے دست و پا بنا دیا گیا۔

☆ حماس کا قد و قامت

خود عرب ریاستوں کو بھی یہ خطرہ ہمیشہ سنا تا رہا کہ اگر فلسطینی مضبوط ہو گئے تو وہ ان کی حکمرانی کے لیے پریشان کن نہ بن جائیں خود بعض ریاستوں نے مظلوم فلسطینیوں کے خون سے اپنے ہاتھوں کو رنگا۔ ان بگڑے ہوئے حالات میں اپنے ہاتھوں سے ضائع کردہ فلسطین فلسطینیوں اور فلسطین کے قضیے کو حماس کے تیر و تفتنگ سے درست نہیں کیا جاسکتا ہے۔ جب بھی یہ قضیے ابھرے گا دنیا کے بیٹھے آئیں گے اور فلسطینیوں کی چیر پھاڑ کریں گے جنگل کے اس راج میں عرب امراء و سلاطین نہ تین کے ہیں نہ تیرہ کے ان کو خود اپنی چٹری بچانی مشکل ہو رہی ہے۔ ضعف کمزوری کی یہ حالت صرف ان کی ہی نہیں ہے گھر سے لے کر حکومت تک پوری امت کا یہی حال ہے اس حمام میں سب ننگے ہیں کس پر کسی کی حالت ڈھکی چھپی ہے؟ عرب سلاطین کو طعنہ دینا طعنہ دینے والوں کے ذہنی افلاس اور سیرت و کردار کے دیوالیہ پن کی دلیل ہے۔

مسائل طعنہ دینے سے حل نہیں ہوتے بہت سے طعنہ دینے والوں کے دین پر ایمان ضمیر اور شعور کا بھروسہ نہیں پھر کس بوتے پر گل افشانی گفتار ہوتی ہے یہ محض دلی بغض و کینہ اور حسد کا اظہار ہے اور بس۔

مسلمانوں کی اپنی اعتقادی و عملی حالت درست نہیں۔ دل و دماغ سیرت و کردار سب کو روگ لگ گیا ہے صحیح علم اور صحیح فکر کے بجائے افکار نظریات اوہام و باطیل نے قلوب و اذہان میں جگہ بنالی ہے۔ اس بگاڑ کے بعد کس خیر کی امید کی جاسکتی ہے قانونی الہی ہے۔

ان اللہ لا یغیروا ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسہم۔ لوگوں کی بری حالت اس وقت تک نہیں بدلتی جب تک لوگ اپنی جان کو لگے روگ کو نہ ختم کریں۔

زبانی جمع خرچ، زبان دارزیاں، شعلہ فشانہ، آتش بیانی، تیز کلامی، طعنہ و تشنیع، گالی گلوچ تہمت طرازی دشنام دہی مسائل کا حل نہیں ہیں۔ یہ فقط اندورنی فساد اور روگ کی

علامت ہیں بات دلیل کے ساتھ ہو تجزیہ و تحلیل ہو تو عیت مسئلہ کی وضاحت ہو تو بات سنی جاسکتی ہے اندھے جذبات اور شوریدہ سری سے مسائل بگڑ جاتے ہیں۔ اگر کسی کو یہ سودا سما جائے کہ وہ دین و ملت کا ٹھیکیدار ہے اور شعور کی گٹھری اس کے پاس ہے اور ہے زیر و تو یہ ایک بڑا المیہ ہے۔

اس موقع پر منہجیت کی اہمیت سمجھ میں آتی ہے۔ جب اس کا التزام ہوتا ہے تو شوریدہ سری، سر پھرے پن کی گنجائش نہیں رہ جاتی ہے۔ کم از کم امور دین و ملت کو سمجھنے اور بیان کرنے والے مخلصین کے لئے یہ قطعاً گنجائش نہیں ہوتی ہے کہ رجل الشارع کا طریقہ اپنائیں۔

☆ الٹی سیدھی تحریروں یا بیانات کی ایک وجہ محاسدت بھی ہے محاسدت کے ساتھ غرور و کبر بھی ہوتا ہے ملوکیت اور امارت کے خلاف تحریکوں اور شیعوں نے دین پسندوں کے اندر محاسدت اور کینہ کو پروان چڑھایا ہے ہر تحریکی خاص کر شکل صورت میں بھی روافض کی طرح نحوست زدہ دکھلائی دیتا ہے عقیدے سے زیادہ وہ ملوک و امراء کے خلاف کینہ حسد اور دشنام طرازی کو زیادہ اہمیت دیتا ہے ان کی برائی ان کی محفلوں کی رونق اور زبان کا چٹھارہ ہے۔ ان کی ذہنیت اور سوچ جیسے مسخ ہو گئی ہے شیخ چلیوں کی یہ جماعت اپنے ہر تصرف سے ناکئی معلوم ہوتی ہے نہ ان کی جڑ نہ شاخ نہ وجود نہ اثر اور ایسے ایکٹ کریں گے جیسے انھیں امت کے اصلاح کی ایجنسی مل گئی ہے۔ جدھر دیکھو یہ ناک کرنے والے کہیں تعلیم کے نام پر پھل پھول رہے ہیں اور جن کو گالی دیتے ہیں ان سے سامنے ناک رگڑتے ہیں اور ان کے ٹکڑوں پر ملت کی تعلیم کے ٹھیکہ دار بنے ہوتے ہیں۔ کہیں کوئی انکار حدیث کی دکان سجائے ہے اور خود کو ملت کی امانت گردانتا ہے۔ کسی بھکاری کو دیکھو وہ امراء و سلاطین کے بھیک کے ٹکڑوں پر پوری ملت کی اصلاح کا بیڑا اٹھائے ہوئے ہے۔ ایک سر پھرے نے قرآن کو بھی جعلی بتایا اور امت کے بحران میں مودودی کی طرح پوری امت اور اس کے نظام مدارس تعلیم و تربیت سب کو یہودیوں کے سازش قرار دیئے بیٹھا ہے اور لطف یہ کہ کسی سری ذریعے سے

ایسے گمراہ بدباطن کی کتابیں گھر گھر مفت پہنچ رہی ہیں۔ کسی طرف کہیں اقتصاد کی بات ہوئی جھٹ ان کا ویرانے میں اسلامی اقتصادیات کا بورڈ لگ گیا۔ سیاست کی بات آتی ہے تو ہمیشہ اخباری بیان میں تین اصحاب بیٹھے نظر آئیں گے جیسے کسی صحرا میں تین گدھ مردہ لاش پر بیٹھے ہوں۔

☆ جن کی جعلی زندگی اور جعلی سرگرمیوں کا یہ حال ہے ان سے کسی اچھی تحریر اچھے بیان اور اچھے عمل کی امید کیسے کی جاسکتی ہے۔ ان بے خبروں، جذبات کے گھوڑے پر سوار نادانوں کو کوئی بھی موقع مل جائے اخبارات میں شہ سرخیوں میں سجنے میں دیری نہیں کرتے اور سرٹوں پر آ کر گدھوں کی طرح چلانے سے باز نہیں آتے جبکہ یہ سب اعداء اسلام کے لیے ایک مذاق اور اصحو کہ ہوتا ہے اور بسا اوقات احتجاج اور چیخ و پکار میں جان و مال کا ضیاع ہوتا ہے۔ غزہ میں حماس پر یہودی ریاست کے ظلم و قہر ڈھانے پر کشمیر میں احتجاج ہوا اور کئی نوجوانوں کی جانیں گئیں۔ آخر ان جانوں کے ضیاع کا ذمہ دار کون ہوگا اور آخرت میں ان کا کیا انجام ہوگا کبھی غور کیا گیا۔

☆ شام و عراق میں سارے اعداء اسلام مظلوم سینوں کو تباہ کرنے پر تلے ہوئے ہیں روافض کو چھوٹ ملی ہے۔ سارے عالم کے روافض سینوں کے قتل تباہی اور بربادی پر جشن مناتے ہیں۔ سنیوں کا ایک گروپ ان ظالموں سے لڑ رہا ہے۔ ان کے اندر کیڑے نکالے جا رہے ہیں۔ دشمنوں کا میڈیا ان کی ثابت غیر ثابت صحیح غلط اچھے برے سب کو ان پر تھوپے جا رہا ہے۔ دنیا کے بھیڑیوں کو پھر موقع مل گیا کہ ظالموں کا ساتھ دیں اور مظلوم کی دادی کرنے والوں پر چڑھ دوڑیں اور پھر سنیوں کی کمان بے رحم روافض کے ہاتھوں میں تھمادیں۔

☆ کل تک جو اباحت پسند کمیونسٹ بدماغ استشراتی دانشور چوہوں کی طرح بلوں میں چھپے تھے وہ بھی اجتماعی بیان داغنے لگے اور ان کا لی بھیڑوں میں ملت کے ایک ٹھیکیدار بھی نظر آئے جو ایک لنگڑی لولی مشاورت کے صدر ہیں خیر سے یہ بھی استشراتی

دانشوروں اور اجنبی افکار و خیالات کے حامل کالی بھیڑوں کا رویہ اپنائے ہوئے ہیں۔ امت کا سارا تن داغ داغ ہے۔

اور ایک بڑی مشکل یہ ہے اردو زبان میں بے شمار چیٹھرے (Tabloid) قسم کے اخبار نکلنے لگے ہیں جن میں فوٹو کھنچوانے کے شوقین مولویوں کے ادھ کچرے بیانات شائع ہوتے رہتے ہیں وہ بھی امت کے لئے بلائے بے درماں ہیں اور جو جھوٹی نیتائی کے مارے ہوئے ہیں ان کی بات انسانیت سوز ہے وہ اخبارات میں چھپنے کے لیے ایسے بے تاب رہتے ہیں جیسے کوئی بیوہ اپنے ناتواں بچوں کا پیٹ بھرنے کے لیے بے تاب رہتی ہے اور اخبارات کی کٹنگ ایسے سنبھال کر رکھتے ہیں جیسے کراما کاتبین انسانوں کے اعمال کے متعلق چوکس رہتے ہیں۔ والعیاذ باللہ

☆ موقف اور انجام

فلسطین کے متعلق سارے کفار عالم کا ایک موقف ہے اسرائیل فلسطین میں جمار ہے اور دنیا کے سارے بزدل کینہ تو ز کمزوروں کو ستانے اور ان پر اپنا رعب جمانے والے اسرائیل سے جذبہ عناد اور دشمنی حاصل کرتے ہیں اور اپنی سرزمین میں غاصب اور مغضوب علیہ یہودی کے انہدامی اور سرکوبی کے تکنیک تجربے اور اسلحے حاصل کرتے ہیں اور ان سے بہت متاثر ہوتے ہیں۔ اس لئے ہندوستان برما ایتھوپیا جنوبی سوڈان کینیا اور اریٹریا اور دیگر مسلم دشمن عناصر کے اندران کی بڑی پذیرائی ہے۔

سارے صلیبی اور سارے صہیونی یہ موقف رکھتے ہیں کہ فلسطین اور خصوصاً قدس شہر سے مسلمانوں کو بے دخل رکھیں۔ ساری صلیبی اور صہیونی عالمی اور علاقائی عناصر، ملکوں مذہبی گروہوں کا اس پر اتفاق ہے کسی بھی مقامی سے بین الاقوامی ملک کے اسٹیج پر ہمیشہ یہودی کی مدافعت ہو اور فلسطینیوں کی مذمت۔ اور کہیں بھی کسی طرح فلسطینیوں کو پنپنے نہیں دیا جائے۔ اس قوم کو بدنام ہلاک اور برباد کرنے کے جتنے حربی اور غیر حربی معاشی اور غیر معاشی حربے ہو سکتے ہیں۔ سب کو استعمال کیا جاتا ہے اور استعمال کیا جاتا رہا۔ لیکن فلسطین

بھی دنیا کی سب سے زیادہ بہادر قوم ہے۔ اس کے پاس عربی تاریخ ہے، عربی پہچان ہے۔ دین اسلام ہے۔ وہ بے نام نہیں ہے۔ اس لئے وہ فنا نہیں ہو سکتی ہے۔ ساری خدایعتوں بے سر و سامانی، جلا وطنی، بے گھری اور بے بسی کے باوجود اسرائیل کے سامنے ایک خطرہ بنی کھڑی ہے۔ اور بار بار اسے اس کے سارے جبروت اور طاقت کے باوجود سرنگوں کر دیتی ہے۔ وہ نہ شکست کھا سکتی ہے نہ فنا ہو سکتی ہے۔ فنا یہود کی قسمت میں لکھا ہوا ہے جس طرح امریکہ ہے دس امریکہ اور دس یورپ پیدا ہو جائیں اور جس طرح ایران اور حزب اللہ ہیں۔ ایسے دس ایران اور حزب اللہ غدار اور دشمنان اہل سنت پیدا ہو جائیں اسرائیل کو بچا نہیں سکیں گے۔ اور اسرائیل کو بھی یہ پتہ ہے کہ ایک دن وہ مارے جائیں گے۔ ایک سیکولر مسلمان دانشور مسلمان اور بددین مسلمان کو اسرائیل کے فنا ہونے پر جتنا یقین نہیں ہے اس سے زیادہ انھیں اس پر یقین ہے کہ انہیں دیر سویر فنا ہونا ہے اور جرمی میں تو وہ بچ گئے تھے اس بار وہ بالکل فنا ہو جائیں گے بچیں گے نہیں۔

ہر فلسطینی مسلمان کا رسول گرامی ﷺ کی پیشگوئیوں پر یقین ہے اور یہ پیشگوئیاں مسلمانوں کے عقیدے میں داخل ہے رسول اللہ ﷺ نے اسراء و معراج کے موقع پر فلسطین اور قدس شہر کو قیامت تک کے لئے مسلمانوں کے حق میں محفوظ کر دیا تھا یہ ہر مسلمان کا عقیدہ ہے کہ فلسطین مسلمانوں کا تھا ہے اور رہے گا اور جو اس پر غاصبانہ قبضہ جمائے گا وہ جائے گا تباہ ہوگا۔

قوموں کا فیصلہ دنوں ہفتوں اور مہینوں میں نہیں ہوتا ہے۔ سالوں میں ہوتا ہے اور اس کے پیچھے اسباب حیات علل اور وجوہ ہوتے ہیں یہود مغضوب علیہم کے متعلق قرآن کا فیصلہ ہے (ضربت علیہم الذلة والمسکنة باووا بغضب من الله) یہ فیصلہ قیامت تک کے لئے ان کے کرتوت ہر دور میں ایسے ہی رہے اور ایسے ہی رہیں گے اس لئے کہ ذلت و خوگری ان کے اوپر مسلط رہے۔ اللہ کا ان کے متعلق یہ بھی فیصلہ ہے کہ ان کی خواری اور غلامی اس وقت دور ہو سکتی ہے جب وہ خود درست ہو جائیں اور اللہ کی نصرت کے مستحق

بن جائیں یا پھر انھیں انسانوں کا سہارا مل جائے (الا بحبل من اللہ وحبل من الناس) ابھی انھیں دنیا کے سارے اعدائے اسلام کا سہارا ملا ہوا ہے۔ جب تک یہ سہارا کام آسکتا ہے اسرائیل کی ہیکڑی جاری رہے گی جس دن ہ سہارا جاتا رہے گا یا کمزور ہو جائے گا ان کے لئے سہارا نہ بن سکے گا اس دن ان کی تباہی طے ہے آیت کے رو سے وہ اس وقت بھی خود کچھ نہیں ہیں۔ ان کی ساری قوت دنیا کے سارے اعداء اسلام کا سہارا ہے۔ اگر آج انھیں اعدائے اسلام کا سہارا نہ مل پائے اور ان کا اور فلسطینیوں کا براہ راست مقابلہ ہو تو اسرائیل کی ریاست کے گرنے میں دیر ہی نہیں لگے گی۔ انتفاضہ کے موقع پر اگر امریکہ کی مالی مدد نہ ہوتی سارے صلیبی اور صہیونی اس کے مالی سپورٹرز بننے اقوام متحدہ کی پشت پناہی نہ ہوتی مصالحت کے دھوکے نہ ہوتے یورپ اور امریکہ انھیں بچانے نہ آتے بس انتفاضہ کے بچے اور جوان ہوتے اور اسرائیل ہوتا تو اسرائیل کا کام تمام تھا۔

☆ زوال کا وقت:

فلسطین خود ان کے زوال اور تباہی کا اندازہ لگا رہے ہیں اور ایک وقت بھی طے کر رہے ہیں شیخ احمد یاسین سے سوال کیا گیا تھا کہ آپ اسرائیل کے زوال کے متعلق متعین وقت بتلاتے ہیں کیا آپ کے پاس اس کی کوئی دلیل ہے یا پھر آپ کی بات کا تعلق مستقبل میں خیر کی امید سے ہے۔ انہوں نے جواب دیا اس سلسلے میں حتمی وقت کی تعیین مشکل ہے۔ بس قرآنی آیت سے استدلال کی بنیاد پر ایک تقریبی اندازہ ہے۔ قرآنی آیت کے مفہوم سے طے ہوتا ہے کہ ہر چالیس سال پر اللہ تعالیٰ نسلوں کو بدل دیتا ہے ان کی طبیعتیں بدل دیتا ہے ان کا مزاج بدل دیتا ہے قرآن کریم میں بنی اسرائیل کی حالت کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: فانہا محرمة علیہم اربعین سنة یتیبہون فی الارض فلا تأس علی القوم الفاسقین (المائدہ: ۲۶) اللہ تعالیٰ نے ارض فلسطین میں داخلے سے یہودیوں کو چالیس سال محروم رکھا تھا انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ قتال کرنے کے لئے وہاں جانے سے انکار کر دیا تھا ایک بے کار نسل کے جانے ختم ہونے اور دوسری نسل تیار

ہونے اور اہداف و مقاصد کے حصول کے لیے مستعد ہونے میں ۸۰ سال لگے چالیس سال پہلے خراب نسل کے جانے اور چالیس سال دوسری اچھی نسل کے تیار ہونے میں یہ قرآنی دلیل ہوئی تغیر و تبدل اور اصلاح و خیر کے حصول کی مدت آیت سے طے ہوتی۔

تاریخ بتاتا ہے صلیبی جنگوں میں مسلمان بہت کمزور ہو گئے تھے چالیس سال ان کے ضعف کے رہے اس وقفے کے بعد چالیس سال انھیں سنبھلتے لگے۔ دوسرے چالیس میں صلیب سے انکا مقابلہ ہوا اور صلیبیوں کا زوال شروع ہو گیا اور آخر میں صلیبی فلسطین اور قدس سے نکالے گئے اس میں چالیس سال لگے۔ تو تغیر و تبدل اصلاح و کامیابی کا ۴۰-۴۰ کا نظریہ ایک تاریخی اور دینی حقیقت ہے۔

اس نظریے کے تحت اگر دیکھا جائے تو یہ طے ہو جاتا ہے کہ فلسطینی ۱۹۴۸ میں وطن سے نکال دیئے گئے۔ باہر سے یہود کے ساتھ ان کی مقاومت جاری رہی۔ فلسطینی اردن اور لبنان سے باہر سے لڑتے رہے اور اندرون فلسطین ان کا کوئی دخل نہیں رہا لیکن جب انہوں نے خود کو تیار کر لیا اور ۱۹۸۷ سے اندر سے لڑنے لگے اور انتفاضہ شروع ہوا تو پوری قوم جاگ اٹھی۔ پہلے چالیس سال میں فلسطینی زوال کمزوری اور تباہی کے آخری نقطے پر پہنچ گئی۔ دوسرے چالیس میں قدم سنبھلنے لگی اور یہود سے مقاومت کے لئے اپنے اندر ہر اعتبار سے دم خم پیدا کر لیا ہے اور درستی و صواب کی راہ وا آگئی ہوا انتفاضہ کا حال اور اس کے اثرات دنیا نے دیکھ لیا۔ اسرائیل کی خستہ حالت اور فلسطینیوں کی شجاعت دنیا کے سامنے آگئی اور ساری دنیا نے فلسطین اور فلسطینیوں کے مسئلہ کو سمجھا جانا اور اس کا اعتراف کیا اب دوسرے چالیس میں فلسطینیوں کے اندر بیداری آچکی ہے ان کی مقاومت کا یہ سلسلہ جاری رہے گا اور قرآنی نظریے کے مطابق سال ۲۰۲۷ یا پانچ دس آگے پیچھے اسرائیل کا مکمل زوال طے ہے اور اس کے آثار و علامت بھی ظاہر ہونے لگے ہیں۔



